

# سالِ سلسلہ دلبر

طالبانِ حق کے لیے مرشد کتاب

پرنسپل اور قلندر

مرتبہ  
امتیاز جاوید خاکوی



”إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَيِّلًا“

# سلسلہ عدلبر

طالبانِ حق کے لیے مرشد کتاب

پیر سید محمود الحسن شاہ مستوار قلندر  
سجادہ نشین دربار مخدوم پور شریف (مرید) ضلع چکوال، پاکستان

الحاکی پبلیشورز

L.G.F 12  
سینٹرل پلازا گارڈن ٹاؤن لاہور

Mob: 0321-9490655 Ph: 0423-5889481

E mail: saif\_tum@hotmail.com

### تقطیم کار:

**المعارف** گنج بخش روڈ لاہور فون نمبر: 042-7214662

محببت مشن سینئرز ل

- ۱۔ محمدوم پور شریف (مرید) چکوال فون نمبر: 0543-594333
- ۲۔ جاوید مارکیٹ محمد علی روڈ اچھرہ فون نمبر: 0300-4392467
- ۳۔ کاشانہ قلندری کولڈن ٹاؤن کراچی فون نمبر: 0333-3040891

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

الخاکی پبلیشورز نے لاہور سے چھپوا کر شائع کی

نام کتاب	:	سلسلہ علمیات
تصنیف	:	پیر قلندر سید محمود الحسن شاہ خاکی
مرتبہ	:	اقیاز جاوید خاکوی
ڈائرینگ	:	سیف الرحمن محمودی
تدوین و تصحیح کار	:	قاری بابا
زیر احتمام	:	محبت مشن سینٹر (مخدوم پور شریف)
طبعات	:	دسمبر ۲۰۱۸ء
تعداد	:	۶۰۰
قیمت	:	۳۰۰ روپے



## فہرست

نمبر	عنوان	شمار
15	حمد	۱۔
16	نعمت	۲۔
17	منقبت	۳۔
20	حرف عکسِ دل	۴۔
26	پیش لفظ	۵۔
باب اول:		۶۔
35	مواعظ و گفتگو	
37	حوالا ظاہر، حوالا باطن	◎
40	تصوف	◎
42	محبت مشن	◎
46	مرشد کامل کی ضرورت	◎
48	صحبت شیخ کے نتائج	◎
50	نقراء کی پہچان	◎
51	مطابقت شیخ	◎

شمار	عنوان	صفحہ
	مریدین کے لئے رہنماء حوصلہ	53
	دیگر فقراء کی رائے میں آداب پیش	56
	روحانی رکاوٹیں	62
	آنا	65
	حقیقی دل	67
	لامت	69
	مادی مسائل	71
	علم، محبت، عمل	73
	جادو۔ کالا عمل	76
	علمین	78
	رات کا درد	81
	ولیاء کرام کی اقسام	84
	فقر و غناء	89
	توسل استغاثہ	91
	فکر، خیال	94
	سکون	95
	ارادہ	96
	یکسوئی	96
	عقل۔ بندگی	97

عنوان	شمار	صفحة
باب دوم :	٧	
أسرار		102
الله سبحانه وتعالى		104
عشق مصطفى ﷺ		105
أولياء الله		106
إنسان		107
يقين		108
مجاهدہ		109
مشاهدہ		110
ورع		111
إثمار		112
يكسوئی		113
طريقت		114
معرفت		115
فناوبقا		116
مقام رضا		117
توکل		118
رسوائی		119

شمار	عنوان	صفحه
	مقام حیرت	120
	خودشناصی	121
	صبر	122
	وفا	123
	تقوی	124
	ترکیب نفس - تصفیه قلب	125
	اخلاص	126
	عشق	127
	خلوت شینی	129
	دیداریار	130
	استغراق	131
	نظر	132
	بے نیازی	133
	تکبر	134
۸	باب سوم:	
	القاعد فلندر	138
	فقیر کاردار	141

شمار	عنوان	صفحہ
	تغیر	142
	نفس	145
	بیعت کی حقیقت	146
	دل زندہ کی شناخت	149
	چار راز	151
	عشق میں امتحان	152
	علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین	153
	فوق البشر	155
	بندگی کی حقیقت	157
	حقیقی حب	161
	دل	164
	ڈرویش اور فقیر	166
	کتاب دل	168
	ایک چاند	169
	بھول	171
	شجر نور	173
	منزہ حقیقت	174
	فیض	176

عنوان	شمار	صفحہ
باب چھارم:	۹	
اقوال قلندر	۱۰	181
شجرہ طریقت	۱۱	199

☆☆☆☆☆



## ﴿عرضگد اشت﴾

”مہر منور شاہ قلندر“ جناب مخدوم قلندر سید محمود الحسن شاہ خاکی المعروف پیر مستوار قلندر دامت برکاتہم کی ذات، تعلیمات اور محبت مشن پر لکھی جانے والی باقاعدہ پہلی تصنیف ہے جس کا طرہ خطیب پر تاثیر جناب مسرا اقیاز جاوید صاحبہ کے سر ہے۔ جنہوں نے مقدور بھر مسائی اور کاؤش دیققہ سے پیر مستوار قلندر دامت برکاتہم کی مجالس میں ہونے والے کثیرالنوع اطائف و معارف اور دیقق مسائل تصوف کو صفحہ قرطاس پر منعکس کرنے کیسا تھا ساتھ محبت مشن سے وابستہ خلافاً ناظمین کو بھی زیر بحث لاتے ہوئے وقت شاقہ سے ایک مربوط و منظم سروے کے ذریعے مختلف سینوں میں محفوظ مگر منتشر معلومات کو بیجا کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (ائین)

زیر نظر کتاب ”سلسلہ دلبر“ اُسی کتاب ”مہر منور شاہ قلندر“ کا مرقع و تلخیص شدہ شاہکار ہے جس میں پیر مستوار قلندر دامت

برکاتم کی تعلیمات، ارشادات اور مواعظِ حسنہ کو ایک ہی عنوان کے تحت یکجا کیا گیا ہے تا کہ قارئین کوئی برقصوف مواد کو اپنے دامن میں سمیٹنے میں آسانی ہو۔ میر منور شاہ قلندر کا باقیہ حصہ جو کہ حضور پیر مستوار قلندر رامت برکاتم کے خاندانی پس منظر، ان کی ذات، محاسن اخلاق، کردار، خلفا و ناظمین کے تاثرات، مختلف واقعات، سالگیریں و طالبان کے تربیتی نظام پر مشتمل ہے، بیکھیل کے مراحل میں ہے اور میر منور کے نام سے جلد ہی آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

قاری بابا

qalandar3-3-07\final copy\ALLAH2.jpg not  
found.

## حمد

یا رب تو اپنی ذات کا جلوہ دکھا مجھے  
قابل نہیں ہوں میں اگر قابل بنا مجھے

میری سمجھ سے دور ہیں تیری یہ قدرتیں  
بس تو کرم سے یا رب ان کو سکھا مجھے

ہر وقت میں رہوں تیرے عشق میں فنا  
اب تو محبتیں وہی کر دے عطا مجھے

کھل جائے دل کی نظر، ہو لطف دید کا  
کوئی ایسی ڈھن عشق کی بھی سنا مجھے

کتنا گیا ہوں میں بکھر محمود بھر میں  
اب ۲ نظر کے سامنے اپنا بنا مجھے

اذان قلندر

## نعت

میں فقیرِ مصطفیٰ علیہ السلام ہوں مجھے کوئی غم نہیں  
اک بار ان کا دیکھنا رحمت سے کم نہیں  
  
آن کو دیئے خدا نے رتبے بڑے بڑے  
لکھے شا تو کوئی ایسا قلم نہیں  
  
ابدال ہو قطب ہو یا کوئی غوث ہو  
ایسا مجھے بتا دو جس پر کرم نہیں  
  
جس دل میں چھائی ہو ہر سمت ہی خزان  
سمجو کہ اس دل پر ان کا قدم نہیں  
  
سب سے حسین دیکھا ہے محمود نے انہیں  
آن جیسا تو جہاں میں خدا کی قسم نہیں

اذانِ قلندر

## منقبت

لفظ مستوار کے چھ حروف ہیں  
اس منقبت کے ہر شعر کا پہلا مصرع بالترتیب شاہ فلندر کے اس  
نام کے حروف سے شروع ہوتا ہے۔

**مستوار: م-س-ت-و-ا-ر**

### م

مرشد جو ہے میرا میرے دل کا قرار ہے  
چاہت سے جس کی میرے چمن میں بہار ہے  
ہر اک پہ جس کے جام کا پیغم خمار ہے  
وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !

### س

سائے میں ان کے رہتے ہیں بے خوف و خطر  
مشکل ہو اس کا یہاں سے نہیں گزر  
حامي ہے جو ہمارا بڑا نگہدار ہے  
وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !

ت

تقدیر اپنی ان کے کرم سے سنجھل گئی  
 تقدیر کیا اپنی تو دنیا بدل گئی  
 جو کچھ بھی ہے ہمارا وہ جس پر ثا رہے  
 وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !

و

واللہ ! ان کی شان ، یہ شوکت تو دیکھئے  
 محبوب رب کی ان پر عنایت تو دیکھئے  
 عرفانیت کی دنیا میں جو تاجدار ہے  
 وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !

۱

ان کا یہ فیض دیکھئے ، یہ فیض عام ہے  
 بھرنا ہر ایک درونِ دل ان کا کام ہے  
 جس سے بہت ہی آل محمد ﷺ کو پیا رہے  
 وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !

۲

رہتی تھی آرزو یہی کوڑ کی ، کچھ کہوں  
 اک ایسی منقبت کہ جو بے مثل ہو لکھوں  
 جس کی یہ منقبت ہے لکھی ، شاہ کار ہے  
 وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !

کوڑ بریلوی

## حروف عکسِ دل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَىٰ حَسَنِيْهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

میرے علم سے بڑھ کے، میرے احساسات سے بڑھ کے، میرے  
جدبات سے بڑھ کے، میرے ذہن کی رفتار سے بڑھ کے اور آج تک  
میرے بولے ہوئے الفاظ سے بڑھ کے، میری ہر سانس میں اربوں  
کھربوں کی مقدار سے بڑھ کر اور مجھ پر کی گئی ان رحمتوں، برکتوں کے شمار  
سے بڑھ کر تعریف اور شکر ہے اس سب سے اعلیٰ، سب سے حسین، سب  
سے قریب، سب سے جبیب کا جو اس وقت موجود تھا جب کوئی نہ تھا اور اس  
وقت تک ہے کہ جس وقت تک وہ اور اس کا محبوب ﷺ ایک دوسرے  
کے حسن میں محور ہیں گے۔

اس وحدہ لاثر یک محبوب حقیقی، معبد حقیقی اور سب سے بڑھ کر پیار  
کرنے والے کے لیے، سب سے بڑھ کر حمد و شنا اور وہ جو سب سے حسین اور

ہر حسین کے فریں اور ہر حسن میں افشا اور محبت کا جہاں ہے۔ وہ حقیقت میں اپنے محبوب کے جلوؤں میں محسوس رگداں ہے۔ وہ اپنے محبوب کی زبان سے ہر وقت بیان ہے اور محبوب کی جو جان ہے اُس کے جلوؤں کا جہاں ہے۔ محبوب ﷺ کی نظر جس جس مشتاقِ الٰہی پر پڑی ہے اُس تظرِ رحمت میں پیکر رحمت بن کر بلا شک و شبہ وہ ذات خود کا فرمائے۔

میرے اک اک سائنس میں جس کی فضامہک رہی ہے اور جو میری روح کی، میرے دل کی محبوتوں سے واقف، کہ کس طرح مستوار کا دل اور روح اُس کی محبت میں دیوانہ وار مست و بے خود ہو کر اُس کے حرمیں ناز میں رقص کرتے ہیں۔

وہ محبوب جس کا عکس ناچیز کے دل میں دلدار بن گیا ہے اور روح جس کی ذرا سی جدائی سے تڑپتی ہی نہیں بلکہ دیکھنے والے کو تڑپا دیتی ہے۔ بے حد، لا تعداد، وہم و گمان سے باہر، عقل کے جہاں سے باہر، باطن و عیاں سے باہر، پوشیدہ و افشا سے باہر، اور ہر عقل انسان سے باہر اُس کی ذات ہے۔ پیشک اُس کے محبوب ﷺ کا سینہ پر آز صفات ہے۔

میری ہر سائنس میں اربوں کھربوں درود و سلام ہوں محبوب اقدس ﷺ کی ذات پر۔ آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے اصحاب پر۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ اکیلا تھا اُس نے اپنا نظارہ کرنا چاہا تو اپنے ہی نور سے ایک نور پیدا کیا اور اُس کو سامنے رکھ لیا۔ اُس پر مشتاق ہوا تھا اور وہ نور اُس پر مشتاق ہوا۔ ایک نور لا الہ الا اللہ کہتا اور درود را محمد الرسول اللہ کہتا اور دونوں ایک درمرے کے گرد گھوستے تھے۔

اتنی عظیم ہستی پر کیوں نہ درود و سلام کی بارشیں ہوں کہ خود اللہ پاک بھی ہر وقت درود و سلام پڑھ رہا ہے اور اُس کے فرشتے بھی۔ جب

اللہ پاک درود وسلام پڑھتا ہے تو گویا وہ متوجہ ہے اپنے محبوب کے چہرے کی طرف، اس چہرے کی عظمت و رفتہ کیا ہو گی کہ جس چہرے کی طرف خود ربِ ذوالجلال متوجہ ہے۔

ڈکھی دلوں کو چین بخشنے والے، باطن سے دور انکھوں کو وحدت کی روشنی سے جنمگانے والے، زنگ آلوں دلوں کو اللہ کی یاد میں مست کرنے والے اور اللہ کے نور کا مظہر کہ اگر قدر رحمت سے دیکھیں تو اللہ کی تجلی و جد میں آجائے۔ وہ اگر نواز نے پر آئیں تو اللہ کے سب خزانوں کے قاسم، اس قدر نوازیں کہ منگتا شاہابِ وقت کو تیر سمجھنے لگ پڑے۔ وہ علم کا شہر اگر کسی تشناگان علم کو اپنے رموز کی ایک کرن عطا کر دیں تو وہ اہل علم میں مہتاب بن کر چمک اٹھے اور اگر اس در پر آن پڑھ جائے تو واپس گھر آکے اسرار و رموز باطنیہ بیان کرنے لگے۔ وہاں اگر مفلس آجائے تو اس کا گھر خیرات کرنے والوں میں سب سے آگے ہو۔ وہاں اگر علم والا جائے تو حقیقت علم سے شناسائی پائے۔ وہاں اگر عارف جائے تو بحرِ معرفت کا غواص بن کر حقیقت کا سمندر بن جائے۔ وہ ایسا در ہے جس کی گدائی کو دنیا کا اعلیٰ ترین انسان بھی ترستا ہے اور اس در کے فقیر پر ملائکہ بھی رشک کرتے ہیں۔ جس کو اس در سے عشق ہوا اور پھر جو فنا فی الرسول ﷺ ہوا وہ مظہر خدا ہب گیا۔ اس کو فائیت رسول ﷺ نے ایک ایسا گورنایاب بنادیا جس کی ایک چمک سے لاکھوں دل متور ہوتے گئے۔

اس در کی محبت سے مردہ دلوں کو حیاتِ دوام ملتی ہے، زندگی کے رہنماء اصول ملتے ہیں، بے جان کو جان ملتی ہے، روح کو تکمیل ملتی ہے، جگر کو چین ملتا ہے، بدن کو آرام ملتا ہے، دماغ کو طہانت نصیب ہوتی ہے، انسان کو انسان ملتا ہے اور مسلمان کو ایمان ملتا ہے۔

## یاران طریقت!

یہ جو کتاب آپ کے سامنے ہے یہ پر از اسرار و رموز باطنیہ ہے۔ اس کو جس نے غور سے پڑھا اُس کو معرفت کی ملخاں ضرور نصیب ہو گی اور اگر طالب صادق نے پڑھا تو مرشد کامل کا کام دے گی۔ اگر عارف نے پڑھا تو اُس کو خودی کے مقام سے آگاہ کر دے گی۔ یہ شریعت، طریقت اور حقیقت کا مجموعہ ہے اور میرے باطن کے نغمات کا گلدستہ ہے۔ اگر کوئی اہل محبت اس کو محبت سے مسلسل مطالعے میں رکھے گا تو اُس اہل محبت کو انشاء اللہ ضرور بالضرور محبت کی معراج نصیب ہو گی اور وہ وادیِ عشق کا مسافر ہو جائے گا۔ وہ عشق کے بھر بیکراں میں غوطہ زن ہو کر اپنے مقصد کے سب سے قیمتی ہیرے کو پالے گا۔ دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اپنی محبت کی شناسائی عطا کرے۔ آمین۔

## یاران محبت!

قلندر نے جب اپنے سلسلے کا منصب سنجالا تو اُس وقت دواہم کام ہمارے سامنے تھے۔ ایک یہ کہ والد بزرگوار سید رسول شاہ خاکی کے سلسلے کو سنجالنا اور دوسرا اپنے سلسلے کا آغاز کرنا جو کہ سیدی غوث پاک<sup>ؒ</sup> کی جانب سے سونپا گیا تھا۔ اللہ اور رسول پاک<sup>ؐ</sup> کی مد دے اور سیدی غوث پاک<sup>ؒ</sup> کی نظر سے اور اپنے آبا و اجداد کی دعا سے اس ناجائز نے سابقہ سلسلے کو بھی سنجالا اور اپنے سلسلے کا بھی آغاز کیا اور با قاعدہ محبت مشن کا قیام کیا جو کہ چند سالوں میں پھیل کر بین الاقوامی سطح پر پھیل رہا ہے۔

## یاران محبت!

ہمارے محبت مشن کا مقصد تمام بنی نوع انسان میں آپس کی محبت پیدا کرنا اور مزید برآں تمام مسلمانوں میں آپس کی محبت پیدا کرنا اور یہ کہ

تمام وہ لوگ جو اس سلسلہ اور محبتِ مشن سے مسلک ہیں، ساتھ شامل ہیں، ان میں آپس کی محبت پیدا کرنا اور پھر رہنمائی کی محبت میں چل کر، محبتِ مصطفیٰ ﷺ حاصل کرنا اور محبتِ مصطفیٰ ﷺ کے کرم سے محبتِ اللہ پاک حاصل کرنے ہے۔

حقیقتِ زندگی فقراء کے علاوہ کسی کو میرنیں۔ اس بھید کو پانے کے لئے صحبتِ فقیر ضروری ہے۔ کیونکہ فقیر کو پالینے کے بعد فقیر کی سمجھاتی ہے جبکہ ہر کام کو پانے کے لئے پہلے اس کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے عکس فقیر کو پہلے حاصل کرنا ہو گا پھر فقیر سمجھ میں آئے گا۔ دور افتادہ بستیوں کے باسی صحبت سے محروم رہتے ہیں ایسی جگہوں پر بُنے والے طالبانِ حق کے لئے یہ کتاب انشاء اللہ رہنمای ثابت ہو گی اور ان کو صحبت کے تمام مزدوں اور نشوں سے لطف انداز کرے گی۔

یاد رکھو فقیر کے پاس جو دل لے کے آتا ہے وہ فقیر کا دل لے کر جاتا ہے۔ جو صاف نیت لے کر آئے گا وہ فقیر کی آنحضرت میں کیف، هستی، هسرور، انعامات اور کرامات کی دنیا پانے گا اور جس کی نیت میں خرابی ہو گی وہ ہزار سال بھی فقیر کے پاس رہ کر بیگانہ ہی رہتا ہے۔ اس لئے طالبانِ حق کو چاہیے کہ ہمہ وقت اپنی نیت پر دھیان رکھیں اور اُسے صاف رکھیں کہ یہ ایسا برتن ہے کہ اگر گندگی سے صاف ہو گا تو اُس برتن میں ضرور خیراتِ دل قلندر ملے گی۔

مجھے امید واثق ہے کل جہانوں کے پالنے والے سے کہ جو اس کتاب کو خلوصِ نیت سے پڑھے گا، پیارے پڑھے گا، اُس کی نیت بھی ہمیشہ کے لئے درست ہو جائے گی، اُسے پیار بھی ہمیشہ ملتا رہے گا اور اس کی مرشد کی طرح رہنمائی بھی ہوتی رہے گی۔

اللہ ہمارے دلوں پر تظری رحمت کرے اور اپنے محبوب ﷺ کا  
صدقة ہمارے دلوں کو لذتِ عشق چکھا کر اپنی مستی میں مستوار بنادے۔  
آئین

found.

محمد یہ محمد الحسن شاہ خاکی پیر مستوار قلندر

## پیش لفظ

اللہ کے پیارے محبوب، قرب یا نفت بندوں کا ذکر اسی اللہ میں زل کی سنت ہے۔ قرآن مجید جہاں ایک مکمل ضابطہ حیات اور نظامِ زندگی ہے (عبادات، معاملات، اوامر و نواہی، زندگی کے معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی غرض یہ کہ ہر شعبہ ہائے زندگی کے بارے میں رشد و ہدایت کافی ہے) وہاں وہی کلامِ الہی اپنے بارے میں یہ اعلان بھی کر رہا ہے کہ

إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَيْ رَبِّهِ سَبِيلًا

”بے شک یہ قرآن مذکور ہے جو چاہے اس راستے سے

اپنے رب کو پالے۔“ (المزمل ۷۳)

یہ کسی کا ایسا تذکرہ ہے جو بندے کو رب سے ملا دیتا ہے اور ایسی کونسی ہستی ہے، فرمایا اپنے محبوب سے

وَإِنَّهُ لِذِكْرِ اللَّهِ وَلِقَوْمِكَ

”بے شک اے محبوب یہ تیرا ذکر ہے اور تیرے خلاموں، تیرے پیاروں تیرے نام

لیواوں اور تیری قوم کا ذکر ہے۔“

کویا محبوب خدا، سید المرسلین، راحت العاشقین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک ایسا ہے جو کرتے کرتے انسان رب تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

امام الانبیاء احمد مجتبی، رسول خدا ﷺ کے سر پر ختم نبوت کا ناج سجا ہے۔

انقطاع نبوت کے بعد سرکارِ دو عالم ﷺ کے نائب وہ صوفیا، فقر آفلندر ہیں جو امت مسلمہ کا رشتہ اللہ اور اس کے پیارے نورِ علی نورِ رحمت عالم علیہ اصلوٰۃ والسلام سے جوڑ رہے ہیں۔ جو دنیا کی محبت سے رشتہ توڑ کر فقط اللہ میرزا کی یاد میں مست الست ہیں۔ یہ نفوی قدیمہ جو سراپا ایقاع رسول ﷺ، پیغمبر اطاعت و بندگی ہوتے ہیں اور ہمیشہ اناہت و اجابت کی راہوں پر گامزن رہتے ہیں۔ مردہ دلوں، پیار روحوں کو حیات بخشنے والے، اپنے فیضانِ نظر سے حالی دل بدل دینے والے لوگ ہمیشہ سے قابل ذکر رہے ہیں۔ ان کے اخلاق و کردار، آقوال و خطبات، کیفیات و مشاہدات، مجاہدے اور ریاضتیں، ان کی خلوتیں اور جلوتیں، ان کے حالات و واقعات اہل ایمان کے لئے ہمیشہ مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں۔ اہل محبت ان اولیاءِ عظام، فقراء اور عارفین کے مذکرے ہر دور ہر زمانے میں کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ راؤ حق کے مسافروں کے لئے یہ مذکرے راحت جا بھی ہوتے ہیں اور زادِ سفر بھی بنتے ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

چوں شوی دور از حضور اولیاء  
درحقیقت گشته دور از خدا  
عام می خواهند ہردم نام پاک  
ایں اٹھنکد چوں نبود عشق پاک  
مہر پاک درمیاں جاں نشاں  
دل مده الا بمہر دل خوشان

ترجمہ: اے انسان اگر تو اللہ کے دوستوں کی محبت اور رفاقت سے دور ہو گیا تو درحقیقت تو اللہ سے دور ہو گیا کہ عام لوگوں میں اور ان اللہ والوں میں بہت

فرق ہے۔ عام لوگ بھی اللہ کا نام لیتے ہیں مگر ناشیر و برکت وہ نوران اللہ والوں کے پاس اسلیے ہوتا ہے کہ ان کا دل عشقِ الہی کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کی محبت اپنے دل و جاں میں راح کر لواپنا دل ان لوگوں کے حوالے کر دو جن کے دل محبوب حقیقی سے پیار کی وجہ سے خوبصورت اور پیارے ہیں۔

اللَّهُ رَبُّ الْعِزَّةِ قُرْآنٌ مُّجَيِّدٌ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

**وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَهُمْ يَنْهَىْنَمْ سُبْلًا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ۔**

”اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں بڑے بڑے مجاہدے اور کوششیں کیں، ہم ان کو ضرور بالضرور اپنے صحیح راستوں پر لگادیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمت و صداقت کے ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ (احکیبوت: ۶۹)

کویا رب کی معیت، رب کی رفاقت اور دوستی کے حقدار بھی محبوب بندے ہیں جو صادق و مخلص، عامۃ الناس کے لئے رشد و ہدایت کا پیکر ہیں۔

مولانا سید ابو الحسن علی مدوی اپنی کتاب ”ترکیہ و احسان“ میں فرماتے ہیں:

”تاریخ اسلام میں سے ان صادقین و مخلصین کو جن میں ایک ایک آدمی اپنے عہد کا گل سر بزر، منارة نور اور نوع انسانی کے لئے مشرف و عزت کا باعث ہے نکال کر دیکھیں کہ ان کے بعد کیا رہ جاتا ہے۔ اور اگر ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تو پھر کون سی جماعت لا ایق اعتماد اور سرمایہ افتخار ہو گی؟“

بقول امام احمد رضا خان بریلوی

آج لے اُن کی پناہ آج مدماںگ ان سے

کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

شمس الفقرا، سحر معرفت، آفتابِ محبت، عارف کامل پیر سید محمود الحسن شاہ پیر مستوار قلندر دامت برکاتہم صوفیائے وقت میں ایک روشن و نابندہ ماہتاب ہیں۔ آپ ایسے مرہد کامل ہیں کہ آپ کے فیضانِ نظر سے طالب صادق، نورِ معرفت سے قلب کو منور پاتا ہے۔ وارثگی اور محبتِ حقیقت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ آپ کی توجہ مردیہ صادق کو وجود ان و عرفان بخششی ہے۔ آپ مشکل سے مشکل بات کو اتنا آسان اور عام فہم کر دیتے ہیں کہ دل جھوم جاتا ہے۔ آپ کا پیار ذکر و تفکر کی عادت ڈالتا ہے جلوتوں اور خلوتوں میں حق تعالیٰ کی یاد اور سچا پیار یوں عطا فرماتے ہیں کہ جوں میں رسول کا سفر طے ہو جاتا ہے۔

عبادت و خشیت کے رنگ، پیار اور محبت کے آنوار، ذکر و فکر کی تخلیقات، حقیقت و معرفت کے اسرار و رموز، وہ کون کون سے عقدے ہیں جو محبت مرشد میں کھلے نہ ہوں۔ مجھے جیسے ناکارہ اور قیل و قال کے فلسفوں میں انجھے رہنے والوں کو طریقت و معرفت کے آنوار سے آشنا کر دینا میرے پیر و مرشد شاہ قلندر رہی کا طرہ امتیاز ہے۔

لطیف نے تجھ سے کیا کہوں زاہد  
ہائے کمجھت، تو نے پی ہی نہیں

پیر مستوار قلندر دامت برکاتہم کے مواعظِ حسنہ، روحانی مجلس میں آپ کے بیان کردہ تخلیص شدہ دقیق مسائل تصوف کو آفاظ و بیان میں ڈھالنا، آپ کی گفتگو کو احاطہ تحریر میں لانا، ناجائز کے لیے ان جملہ ہائے کار کو منظم و مدقون کرنا اور صفحہ قرطاس پر ڈھالنا آسان بات نہ تھی۔ میری جان قربان ہو اپنے مرہد پاک پر اس کتاب ”سلسلہ طبر“ میں اگر کچھ صحیح ملتا ہے تو یہ فقط اُنہی کا فیضانِ نظر ہے۔ کوتا ہیاں اور

خامیاں ہیں تو اس لئے کہ مجھا یہی سنا کا رہ بندے نے اپنے تمیں ایک کوشش کی ہے۔  
 اللہ رب العالمین پیر مستوار قلندر دامت برکاتہم کو عمر خضر عطا فرمائے اور اس  
 میخانے سے طالبان حق کو ہمیشہ پیار و محبت، حقیقت و معرفت کی ملتوی رہے اور آپ  
 کے فیوضات و برکات سے عالمین فیضیاب ہوں

(آمین بجاه سید المرسلین)

امتیاز جاویدہ خاکوی

# باب اول

## ﴿ موعظ و گفتگو ﴾

ھوا نطا ہر ھوا باطن	◎
تصوف	◎
محبتِ مشن	◎
مرشدِ کامل کی ضرورت	◎
صحبتِ شیخ کے نتائج	◎
نفر آ کی پیچان	◎
مطابقتِ شیخ	◎
مریدین کے لئے رہنمای اصول	◎
دیگر فقراء کی رائے میں آدابِ شیخ	◎
روحانی رکاوٹیں	◎
فنا	◎
حقیقی دل	◎
لامت	◎

ماہی مسائل	◎
علم، محبت، عمل	◎
جادو	◎
عالمین	◎
رات کا درد	◎
اولیاء کرام کی اقسام	◎
فقر و غناء	◎
توسل استغاثہ	◎
فکر، خیال	◎
سکون	◎
ارادہ	◎
یکسوئی	◎
عقل-بندگی	◎



## شادِ قلندر کے مواعظ و گفتگو

دارا تلاش کرنہ سکندر تلاش کر  
عشق کا دریا نہیں سمندر تلاش کر  
بکھرا ہوا ہے تو ظاہر کے جہاں میں  
اپنے من میں ڈوب کر قلندر تلاش کر

پیر مستوار قلندر

اللہ پاک نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

**وَإِذْ كُرِّرَ اسْمَ رَبِّكَ وَبَكَّلَ إِلَيْهِ بَكْرِيًّا لَا**

”اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں اور (اپنے قلب و باطن میں) ہر ایک سے ثبوت کے اُسی کے ہو رہیں۔“ (المریم: ۸)

دل اُس کے پیار سے اُس کی یاد سے، اُس کے ذکر سے خالی نہ ہونے پائے۔ اس تعلق میں اتنی مداومت اتنے انوار و نگ ہوں کہ خواہ ذکر و شیخ ہو یا رکوع و وجود، علم و فہم کے موتی بکھیرے جائیں یا ہلکی چھکلی گھنگو ہو، ہر بات ہر حال میں توجہات کا مرکز محو رفظ محبوب حقیقی کی ذات رہے تو فقراء پر حالت یہ رہتی ہے کہ

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

عجب چیز ہے لذتِ آشنا

یہ لذتِ آشنا کی می فقر آ و صوفیاء و اہل دل حضرات طالبان حق میں اس طرح بانٹتے ہیں کہ وہ بھی ذوق و سرور اور سوز و گداز سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ طالب صادق کی پہلی منزل فنا فی الشیخ ہوتی ہے۔ اس محبت میں فنا بیت ہی محبوب حقیقی تک

لے جاتی ہے۔

”شاہ قلندر کے مواعظ و گفتگو“ یہ باب قبلہ و کعبہ حضور پیر مستوار قلندر سے رات کی مخصوص نشست میں پوچھنے گئے سوالوں کے جواب اور مختلف مواضع پر کی گئی ان کی گفتگو پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں ماچیز نے یہ گفتگو فقط اپنی رہنمائی کے لیے سمجھنے اور بار بار مطالعہ میں رکھنے کے لئے تحریر کی بعد میں اس کتاب میں شامل کرنے کے نقطہ نظر کے تحت جب جب شاہ قلندر پیر مستوار کسی کو فصیحت یا کسی کی رہنمائی و تربیت کے لئے کچھ فرماتے تو میں اُسے ذمہ داری سے تحریر کرتی رہتی۔

آپ کی اس گفتگو میں یاران طریقت کے روحاںی سفر کے لئے بہت قیمتی زاد راہ چھپا ہوا ہے جو اہل دل کی خوراک ہے۔ شاہ قلندر پیر مستوار کی تمام تر محبتیں، چاہتیں، جذب و مستی، ہوش و مد ہوشی کا ہر رنگ اُس حقیقی لمبڑل میں یوں ختم ہے کہ بعدید و دوری کا کوئی تصور نہیں رہا۔ اہل محبت جو رب کی تلاش میں رہتے ہیں انہیں رب ملتا ہے تو شاہ قلندر جیسے لوگوں کی صورت میں۔ وہ رب کی محبت کی میں پیتے ہیں ان فقراء کی صحبوتوں میں، ان کی خدمتوں میں، ان کی دلنشیں باتوں میں۔

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مر قلندر کی بارگاہ میں ہے

میں کم فہم ہوں ان کی گفتگو کو لفظوں میں ڈھالنے کا کام آسائیں تھا۔ یہ

جتنا کچھ لکھا گیا یہ بھی فقط مرہد پاک کے فیضانِ نظر سے۔

اللہ پاک ہمیں پیر و مرشد کی باتوں کو سمجھنے اور عمل کرنے کی اہلیت عطا

فرمائے۔ (آمین)

امتیاز جاوید خاکوی



## ﴿ حوالاظاہر هو الباطن ﴾

ظاہر بھی اللہ ہے اور باطن بھی اللہ ہے۔ اللہ پاک موجود ہے اور ساتھ  
باطن کے موجود ہے۔ جو کچھ بھی ظاہر میں ہے اور جو کچھ ظاہر کے اندر چھپا ہوا ہے ہر  
طرف اللہ ہی اللہ ہے۔ بندہ ظاہر ہے اللہ کی محبت اس کے باطن میں ہے۔ عشق اور  
مشک چھپ کر نہیں رہ سکتے وہ ظاہر میں بھی نظر آتے ہیں۔ اسی طرح سورج ہے تو اسے  
چھپایا نہیں جاسکتا ہے۔ اڑات سے پتہ چلتا ہے کہ مشک یعنی خوبصور و کوطمانتی اور  
فرحت دیتی ہے۔ سورج سے زندگی بحال ہوتی ہے۔ عشق میں فرحت و کوطمانتی  
دونوں سے بڑھ کر سرتیں اور عطا نکیں ہوتی ہیں۔

اللہ جہاں ظاہر ہے وہاں چھپا ہوا بھی ہے باطن میں بھی موجود ہے اور ظاہر  
میں بھی موجود ہے۔

**فَإِنَّمَا تُولُوْا أَقْشَمَ وَجْهَ اللَّهِ**

”پس تم جدھر بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ کی توجہ ہے یعنی ہر سمت ہی اللہ کی ذات جلوہ گر  
ہے۔“ (ابقرۃ : ۱۱۵)

جہاں تم ہو وہیں تمہارے ساتھ ہے۔ جو نظر آ رہا ہے عالم موجودات میں وہ،  
وہی ہے کہ جو موجود ہے اور اس کا کچھ مقصود بھی ہے۔

لا مطلوب الا الله - لا محظوظ الا الله  
لا موجود الا الله - لا مقصود الا الله

بندہ اللہ سے محبت کرتا رہتا ہے۔ کتنا چلا جاتا ہے اور اس کی محبت کا نتیجہ یہ  
نکتا ہے کہ مطلوب اس پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ سمجھنیں ہوتی تو شور کرتا ہے سمجھ آجائے تو  
چپ لگ جاتی ہے سارشانہ نبوی ﷺ ہے:

**إِذَا قَمْتُمُ الْفَقْرَ فَقَدْ كَلَّ لِسَانَهُ**

”جب فقر (اللہ کی بیچان) ہو جاتی ہے تو زبان خاموش ہو جاتی ہے۔“

قلند رو عشق کی بات کرتا ہے اور ہمارا طریقہ وحدت ہے کہ

**إِذَا قَمْتُمُ الْفَقْرَ فَهُوَ اللَّهُ**

ترجمہ: ”جب فقر نقطہ کمال کو پہنچتا ہے تو وہ اللہ ہی ہے۔“

اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے۔ ظاہر بھی وہی ہے باطن بھی وہی ہے۔

عیاں بھی وہی ہے نہاں بھی وہی ہے۔ ازال سے ہے ابد الاباد ہے۔ اس کے انوار

ظاہر پر چمکیں تو حسن اعمال نظر آئے گا۔ اعمال صالح، عبادت، ریاضت، اطاعت،

بندگی نظر آئے گی۔ شریعت نظر آئے گی، دین نظر آئے گا، سنت محبوب خدا ﷺ کی

پیروی نظر آئے گی۔ اور جب باطن پر اس کا راز آشکارہ ہو جائے تو یہ باطن اس کا ہونا

ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا گیا تو مٹی کے پتلے کو نہیں بلکہ جب باطن وہ خود

اس پتلے میں ظہور پذیر ہوا تو فرمایا:

**نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ السَّاجِدُونَ**

”اور جب میں اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے حضور بجہ میں گر

پڑنا۔“ (الجبر: ۲۹)

ملائکہ کو سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا یہ سجدہ ریز یاں باطن اس کے اُسی وجود کو  
تھیں اور فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

**قَالَ إِنِّيٌ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ**

”جو میں جاتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔“ (ابقرۃ : ۳۰)

جسم بدبو دار مٹی سے بنا کر اس میں نفسانی، حیوانی خصلتیں رکھ دیں۔

**لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ  
أَسْفَلَ سَاقِلَيْنَ**

مگر اس تن کے اندر من ہے اور اس من میں نور کا چانگ رکھ دیا جس میں اپنے حسن کی  
تجالی ڈال دی۔ نور کی شمع دی اور حکم صادر فرمایا کہ جب یہ شمع روشن ہو جائے جب نور  
کے چانگ جل پڑیں تو پھر ظاہر امٹی کے وجود کو نہ دیکھنا اس روشن باطن کو دیکھنا۔ اس  
میں موجود رب کی روشن تجلی کو دیکھنا اور جان لینا کہ اس کے باطن میں اللہ ہے۔ یہ  
انسان مظہر حق ہے۔ مظہر خدا ہے۔

بابا یعنی شاہ نے فرمایا ہے:

گل سمجھ لئی تے رولا کی  
اے رام رحیم تے مولا کی



## ﴿ تصوف ﴾

تصوف کا لفظ صوف سے نکلا ہے۔ صوف بھیڑوں سے حاصل کردہ اون سے بننے ہوئے لباس کو کہتے تھے۔ فقراء نفس کو عذاب دینے کے لئے گھر دراصوف کا لباس استعمال کرتے تھے۔ بعد میں اسے ترک کر دیا گیا۔

درحقیقت تصوف اولیاء اللہ کے دل کا دسترخوان ہے۔ اللہ والوں کی نگت اختیار کرنا، دوستی کرنا اُن کے کردار کو پالیتا ہے۔ اللہ کریم کو حاصل کرنے کا صحیح طریقہ، رہنمای کی اقداء اور محبت میں چلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ تک پہنچنا۔ صحیح رہنمای نگت اور صحبت انسان کو بدل دیتی ہے۔ انسان کے ماحول کو، اس کے نفس کو، دلوں کو بدل ڈالتی ہے۔ نفس، نفس اماہ سے مطمئنہ کی طرف آتا ہے یوں وہ بندہ بیچ گیا جس کو محفل اچھی مل گئی اور فقط پیار والا ہی کوشش کرتا اور پالیتا ہے۔

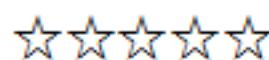
دست پہ کار، دل پہ یار

یہ بھی تصوف ہے۔ چونکہ تصوف اللہ کی محبت اور قرب کی باتیں ہیں جو اہل محبت، فقراء سے ملتی ہیں تو اولیاء کے باطنی دسترخوان پر کھانے کا نام تصوف ہے۔ اس خوراک کا بھوکا تلاش میں رہتا ہے اور خوراک تک جا کر ہی دم لیتا ہے۔ اس کی طلب اللہ ہی سے ہے جبکہ توفیق بھی اللہ پاک ہی دیتا ہے۔ جب طلب بھی چیز ہو کوشش بھی ہو تو اللہ اس کو اٹھا کر اپنے بندے کے پاس بیچ دیتا ہے۔ اب بتا تارہ نما

ہے۔ زبان رہنمائی ہے۔ اللہ پاک بندے کی زبان سے ہی تعلیم فرماتا ہے۔  
 رہنمائی میں وہ جب وارفتہ ہو جاتا ہے تو خود اس کا وجود مفقوہ ہو جاتا  
 ہے اور شیخ وارد الوجود ہو جاتا ہے۔ پھر رحمۃ اللعالمین ﷺ، عسین کائنات ﷺ  
 کے ہاں حضوری والا ہن جاتا ہے۔ فنا فی الرسول ﷺ ایسا مقام ہے کہ بندہ بالشافعہ  
 سرکار ﷺ سے گفتگو کرتا ہے اور اس سے بھی اعلیٰ مقام صاحبِ حضور کا ہے کہ جس  
 کے سینے میں آ کر خود آتا ﷺ مقیم ہو جاتے ہیں۔ ذرحقیقتِ حضوری والے بھی کم  
 ہیں اور صاحبِ حضور تو بہت ہی کم ہیں۔

ولیوں سے کرامت کا صادر ہونا نبی پاک ﷺ کی حیات پر دلالت کرنا  
 ہے۔ کرامت کا ظہور ولیوں کے ذریعے ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا۔ روحانیت میں  
 زبان، بھوک اور بندہ پر کام کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ نفس کیلئے موت ہیں اور اولیائے  
 کرام شیطان کے گھر نفس کو پہلے تباہ کرتے ہیں۔

اختصر قصوف کا مقصود اللہ کو حاصل کرنا۔ اللہ کی طلب، جستجو اور پیچان ہے  
 جس کے لئے اولیاء کرام کی نگت صحبت کو اختیار کیا جاتا ہے۔ خوبی نفس، عبادات،  
 تقویٰ و طہارت کے ذریعے نفس کا تزکیہ کیا جاتا ہے۔



## ﴿ محبت مشن ﴾

معاشرہ انتشار، بد نظری اور نفرتوں کا شکار ہو چکا ہے۔ خاندان سے لے کر اجتماعی اور بین الاقوامی سطح تک مسلمان انہی نفرتوں کو دل میں بٹھانے ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں۔ اس وقت تمام امت کے مابین پیار و محبت اخوت اور بھائی چارے کی ضرورت ہے۔ یہی محبت اور پیار ایمان ہے۔ یہ محبت دین ہے۔ یہ محبت قوت ہے۔ یہ محبت طاقت ہے۔ یہ محبت اتحاد ہے۔ آپس میں ایک دوسرے سے انسیت اور پیار کا تعلق، پھر اپنے رہنماء پنے مرشد سے محبت اور نور علی نور، وجہ تخلیق کائنات، محبوب رب کائنات ﷺ سے سچا پیار اور عشق کا تعلق جب ایک بندے کا ہو جاتا ہے تو وہ خاص ہو جاتا ہے اور پھر یہی تصور جب اللہ ہوا لئے کل، جی القیوم کی طرف جاتا ہے تو محبت اپنا تمام ترمیعی و مفہوم دے رہی ہوتی ہے۔

بِحَکْمَةِ اللَّهِ يَا كَبِيرٌ وَظَرِيرٌ كَرَمٌ حَضُورِ نَبِيِّ اَكْرَمٍ ﷺ اور جامِ دیدار سے فقیر نے محبت مشن شروع کیا ہے۔ یہ انہی کی عطااء اور کرم نوازی ہے کہ یہ سلسلہ تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے۔ اصلاح معاشرہ تجھی ممکن ہے جب دل میں پیار اور محبت ہو۔

**الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ**

”دنیا آخرت کی بھیتی ہے۔“

جب محبت ظاہری کردار و اعمال کو بد لے گی تو اس کے فوائد باطنی طور پر اچھی کیفیات لا کئیں گے اور انہی اعمال کا نتیجہ جنت کی صورت میں ملے گا۔ جس نے محبت مشن کے تقاضوں کو سمجھا اور پورا کیا تو اس کے فوائد و ثمرات کیفیاتِ باطنی بن کر دنیا میں بھی اس کے سامنے آتے چلے جائیں گے۔

### بقول اقبال

محبت کی رسمیں نہ تر کی نہ تازی	شہید محبت نہ کافر نہ غازی
تو ہیں علم و حکمت فقط شیشه بازی	یہ جوہر اگر کافر ما نہیں ہے
محبت ہے آزادی و بے نیازی	نحتاج سلطان نہ مرعوب سلطان
یہ آدم گری ہے وہ آئینہ سازی	مرا فقر بہتر ہے اسکندری سے

خواجہ غریب نواز کا فرمان ہے:

”اہل سلوک کے درمیان محبت وہ علم ہے، جسے صد ہزار عالم  
جاننا چاہتے تھے۔ مگر انہیں ذرا بھر بھی خبر نہیں ہوتی اور زہد میں  
بھی ایسی طاقت ہے کہ زاہد اُس سے بے خبر اور غافل ہیں اور  
وہ ایسا بھید ہے جو دو عالم سے باہر ہے اُسے صرف اہل محبت اور  
اہل عشق جانتے ہیں۔“

روحانیت کا نچوڑ محبت ہے۔ اللہ کی محبت کے حصول، اُس کے محبوب ﷺ کے درستک پہنچنے کے لئے تابعداروں سے محبت، ایک لائن ہے سیدھی جس پر چلنے کے لئے رہنا کی ضرورت رہتی ہے۔ محبت والا رہنا کی مطابقت میں در رسول ﷺ ایک جا پہنچتا ہے۔

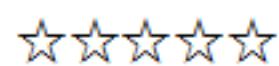
فاني الشیخ، فاني الرسول ﷺ اور پھر فاني اللہ۔ جب اللہ کے عشق میں فنا ہوتا ہے تو بقا کا متحمل ہو جاتا ہے۔ اس محبت کو ہی تصوف اور روحانیت کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی محبت سے رازِ خداوندی کیجھ آنا شروع ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ سننے سے ہی محروم رہتے ہیں کچھ سننے ہیں مگر سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ کچھ سمجھ بھی جاتے ہیں مگر عمل سے محروم ہوتے ہیں کہ دور حاضر میں کھال اور پوسٹ کے طالبِ تعلیٰت ہیں، ہمہ اُوست کے طالب نہیں ملتے۔

طالب صادق کو سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنے رہنمایی طرف یکسor ہے کہ یکسو جو ہوتا ہے وہی رو برو ہوتا ہے۔ انسان ہو، مسلمان ہو اور دل میں محبت ہو تو جو پیار سے آتا ہے اللہ پاک اُس پر کرم فرماتا ہے۔ اگر چاہت، طلب، پچی محبت سے آ جاتا ہے تو کیماں اڑنظر، جانان کائنات سر کارِ دو عالم ﷺ کی ہے کہ

وہ جونہ تھے تو کچھ نہ تھا  
اوروہ جونہ ہوں تو کچھ نہ ہو  
کیونکہ جان ہیں وہ جہان کی  
اور جان ہے تو جہان ہے  
تو جو متماثلی حق ہوتا ہے وہ منزل پہنچ جاتا ہے۔ اللہ پاک عبادوں کا تھان  
نہیں تو جو عبادت پیار سے کی جائے گی وہ قبول ہوگی۔ جس عبادت میں کوئی غرض چھپی ہوئی نہ ہو اور یہ تو اللہ پاک کی خود رضا ہے، چاہت ہے، کوئی ہے ایسی تلاش میں۔ وہ خود نگہبان ہوتا ہے۔ طالبِ صادق ہونا چاہیے اور مرشد کامل ہونا چاہیے۔ شوق ہو تو بندہ چجھ چجھ آخز پہنچ جاتا ہے اور منزل کو پالیتا ہے۔

محبتِ مشن میں شامل ہونے اور اس مشن کے لئے کام کرنے کا مقصود اس محبت و معرفت کا جام پینا ہے کہ جس سے بندے اور رب تعالیٰ کے درمیان جوابات اور پردے اٹھ جائیں۔ بندہ ہر وقت والوں عشق سے سرشار ہے اور اس کے تمام کام اس

محبت کے نشے میں ہوں۔



## ﴿مرشدِ کامل کی ضرورت﴾

شیخ چیزے خود بخوبی دیجیزے نہ شد      شیخ آھن خود بخوبی دیجئے نہ شد  
 مولوی ہرگز نہ شد مولاۓ روم      تا غلام شمس تبریزی نہ شد  
 آج کل کا دور جہاں عقلی اور سائنسی دور ہے وہاں ماہہ پرستی اور نفس پرستی  
 زوروں پر ہے۔ بدآئمایوں سے انسانی قلب پر تاریکی کا غلبہ آ جاتا ہے اور وہ اُس  
 مقام پر جا پہنچتا ہے کہ خیر اور شر میں تمیز بھی کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔  
 ایک صحیح مرشد اور رہنماء کی صحبت انسان کی حفاظت کرتے ہوئے اُسے بہت کچھ پیار  
 میں عطا کر دیتی ہے لے چھی صحبت میں انسان اچھے اعمال ہی سیکھتا ہے۔

حضرت باپ زید بسطامی فرماتے ہیں:

**مَنْ لَا شَيْخَ لَهُ، فَيَشَّخُ شَيْطَانَهُ**

”جس کا کوئی مرشد نہ ہو اسے شیطان پکڑ لیتا ہے۔“

اگر کسی کا صحیح رہنمائی ہو گا تو وہ بد عقیدہ ہو جائے گا۔ انسان کے ایمانیات اور  
 عقائد کی حفاظت تبھی ممکن ہے جب وہ کسی اللہ والے کو اپنا رہنماء پناہ مرشد بنالے گا۔  
 رہنمائی اور مشورے کی ضرورت انسان کا فطری تقاضا ہے۔ انسانی جماعت ہے کہ وہ کسی  
 رہنماء کو دیکھتے ہوئے اپنی زندگی اُس کی طرح گزارنے کی سعی کرتا ہے۔  
 دنیا میں انسان ہر علم و فن کے لئے استاد کا محتاج ہوتا ہے۔ گازی چلانے کا عمل ہے یا

ڈاکٹر بننے کا۔ حکیم بننا ہے یا انجینئر۔ درزی بننا ہو یا معمار غرض ہر کام کے لئے انسان کو ایک استاد کی ضرورت پڑتی ہے اور جب کوئی چاہے کہ اللہ کو چاہا کیسے جائے۔

کہاں میں ذرہ بے مقدار اور کہاں وہ بلند والا شان والا لکھا تو اسے ضرورت پڑتی ہے ایک آئیے رہنمای کہ جس سے مل کر، جس کی صحبت میں رہ کر اس کا

دل نورِ معرفت الہی سے روشن ہو جائے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

او در دل من آست و دل من بدست اوست

چوں آئینہ بدست من و من در آئینہ

”وہ میرے دل میں رہتا ہے اور میرا دل اُس کے ہاتھ میں ہے جیسا کہ آئینہ میرے

ہاتھ میں اور میں آئینہ میں۔“

بداعمالیوں کے نتیجے میں دل زنگ آلو دھو جاتے ہیں اور اُس کا علاج فقط مرشد کامل ہے۔ ارشادِباری تعالیٰ ہے۔

**كَلَّا بَلْ رَأَيْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ**

”ہرگز آیا نہیں بلکہ (اصل وجہ) ان کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا زنگ بیٹھ گیا

ہے۔“ (الخطفہ: ۱۳)

یہ زنگ آلو دل جب کسی دل والے سے مل جاتے ہیں تو زنگ، تاریکی،  
ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں کہ

در دنداں دی یاری اینویں واگنگ دکان عطاراں

سودا بھانویں لیئے نہ لیئے ، بُلے پیغز ہزاراں

بے در داں دی یاری اینویں چیزویں دکان لوہاراں

کپڑے بھانویں کنج کنج پسے پھنز دکان پیغز ہزاراں

## ﴿ صحبت شیخ کے نتائج ﴾

صحبت شیخ سے صحبت کا آڑ ہوتا ہے اور آڑ سے حال بدتا ہے۔ حال جب بدتا ہے تو کیفیات کا نزول ہوتا ہے۔ ان کیفیات سے ایک منزلِ نصیب ہوتی ہے اور ہر منزل، ہر مقام اپنی منزل مقصود کی طرف لے جاتا ہے۔ اب منزل مقصود کی طرف پہلے سے رواں دواں لوگوں کی ہمسفری مل جاتی ہے اور رہنماء کے ساتھ چلنا، اُس کی مطابقت میں، اُس کی محبت میں انسان کو منزل مقصود تک لے جاتا ہے۔ پھر محبت، وفا اور ادب کے ساتھ رہے تو بتدریج عشق میں بدل جاتی ہے۔

عشق کی خاصیت ہے کہ جس کا عشق ہو اُسی کا روپ عطا ہو جاتا ہے تو کویا عشق مقصود کو ساتھ لے کر منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ نہ منزل ختم ہوتی ہے اور نہ عشق ختم ہوتا ہے کیونکہ مقصود تو ساتھ ہوتا ہے۔ منزل مقصود کا پیدا چل گیا، مل گیا تو احساس یہ رہا کہ حاصل کرنے کے باوجود بھی مقصد کی محکمل نہیں ہوئی۔ تسلی ہر قدم پر دوبارا ہوتی جاتی ہے اور پیاس کی شدت محسوس ہوتی ہے جس پیاس کا مطالبہ یہ ہے کہ پورے سارے عشق کو وہ ہڑپ کر جائے اور پھر بھی آرزو کہتی ہے کہ پیاس باقی ہے، ہدایت من جانب اللہ ہے۔

فقیر کامل کی تواہ لمحے کوشش ہوتی ہے کہ ہر آنے والا بہتر سے بہتر ہو جائے۔ کئی توجہ سے پار ہو جاتے ہیں کسی سے چکلی پسواں جاتی ہے۔ کوشش فرض ہے۔ بہت

سارے صحیک ہو جاتے ہیں۔ وفاداری بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ جو اصل ہوتا ہے وہ وفا کرتا ہے۔ اعمال میں کسی بیشی بھی ہوتا وفا کی وجہ سے بیزہ پار ہو جاتا ہے۔

اللہ والوں کی صحبتوں کی اہمیت اللہ پاک نے قرآن مجید میں بے شمار جگہ واضح فرمائی ہے۔ روزِ محشر جب کوئی نسب کام نہ آئے گا صرف نبی پاک ﷺ کا نسب، اللہ والے نیک صوفیاء لوگ کام آئیں گے۔ فرمایا:

**الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ يَغْضِبُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوُّ الْأُمَّةِ**

”سارے دوست اور حباب اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے

پہبندیگاروں کے (انہی کی دوستی اور ولایت کام آئے گی)“ (الزلف: ۶۷)

سورہ کہف میں نیکوکاروں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

**وَاصْبِرْ فَقْسَكَ مَعَ الدَّيْنِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ**

”آپنے آپ کو ان لوگوں کی صحبتوں میں لاگا دے۔ جم کر بیٹھ بھر کر ان لوگوں کے

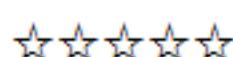
ساتھ جو صبح شام آپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔“ (کہف)

ایک نیکوکار انسان کی عبادات کو غلط سوچوں کے ذریعے خراب کرنا اور زیادہ

عبادات سے کم کی طرف لانا شیطان کا کام ہے۔ جو ہر وقت نیک لوگوں کے دل پر حملہ

کرتا رہتا ہے جس سے ایک عام شخص کا بیزہ غرق ہو جاتا ہے تو ایسے میں بھی ایک کامل شیخ

آپنے مریدین کی حفاظت کرتا ہے۔ ایسے مقامات پر بھی شیخ کی ضرورت رہتی ہے۔



## ﴿ فقراء کی پہچان ﴾

آج کے دور میں سب سے بڑا مسئلہ فقراء کی پہچان کا ہے۔ درحقیقت فقیر کی پہچان فقیر ہی کر سکتا ہے لیکن عام آدمی ظاہری کردار، اخلاقیات اور اعمال کو دیکھ کر سوچ سکتا ہے کہ وہی کامل وہ ہے جس کو دیکھ کر، مل کر، اللہ کی یاد، اللہ کی محبت دل میں سما جائے۔ تلاش اور پرکھ دنوں چیزیں کرنی پڑتی ہیں۔

متلاشی حق اور واصل حق اصل فقیر ہوتا ہے۔ فقر لفظ اپنے معنی کی اعتبار سے بھوک سے نکلا ہے۔ شرعی فقیر وہ ہے جس پر زکوة، صدقات، خیرات لگیں گی۔ روحانیت میں فقیر سے مراد وہ متلاشی حق، عاشق مولا ہے جو ہر وقت محبت الہی کا بھوکا ہے۔ ہر لمحے ہر گھری اُسی کی محبت میں سرشار ہے۔ بقول حضور دامتا گنج بخش

عارف را عارف مے شناسد

”عارف کو عارف ہی جان سکتا ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو قلبِ علیم رکھتے ہیں، جن کے دل مائل ہے روحانیت ہوتے ہیں وہ محفل میں آتے ہیں گفتگو سننے ہیں صحبت اختیار کرتے ہیں تو اللہ پاک ان کے دلوں میں اپنے بندوں کی محبت ڈال دیتا ہے۔ جس سے وہ فقراء کی طرف مائل ہوتے ہیں اور بیعت کر کے باقاعدہ سلسلے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ چونکہ یہ معرفت حق کا کام ہے جو ابد الابد تک جاری و ساری رہنا ہے۔ جب ایک شخص بیعت کے بعد اخلاص سے رابطہ شیخ اور تصور شیخ اختیار کرتا ہے تو اس میں بہت سی ظاہری خرابیاں نہیں رہتیں۔ جتنا اخلاص نیت سے وہ آگے بڑھتا جاتا ہے اس کا نفس اور دل پاکیزہ اور منور ہوتے جاتے ہیں اور اسے اپنے رہنماء پنے شیخ کی پہچان حاصل ہوتی جاتی ہے۔

## ﴿ مطابقت شیخ ﴾

مطابقت کا فلسفہ ایسا ہے کہ پوری روحانیت اس کے اندر ہند ہے۔ فقط اپنے شیخ مرشد و مریب کی مطابقت کرنا جو سیکھ جاتا ہے وہ کامیاب و کامران ہے۔ کیونکہ فقیر طالب سے جتنی محبت کرتا ہے اُتنی طالب فقیر سے کرے تو کامیں آج بھی وقوع پذیر ہو سکتی ہیں جیسے مدی کا مصلیٰ کے نیچے سے رواں ہو جانا۔ اس محبت کی تین شرطیں ہیں جنہیں پورا کرنا لازم ہے۔

☆      ادب

☆      وفا

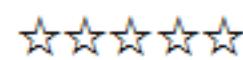
☆      تعمیل احکام

جہاں ان میں سے کسی بات میں کوتا ہی ہوئی وہاں رابطہ، مطابقت منقطع ہو گئی۔ ایک مقام پانی اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا اُس پر قائم رہنا، اُس کو برقرار رکھنا اور آگے بڑھنا۔ مثال کے طور پر مرید کو اُوامر و نواہی سمجھائے جاتے ہیں اور ان پر ہی عمل پیرانہیں ہوتا تو وہ مطابقت کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں ایسے خام خود نقصان اٹھاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے جو بلا عذر کا بھلی اور محبت میں کمی کی بنا پر ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتے۔

بظر غارہ دیکھا جائے تو مطابقت توکتے میں بھی ہے اس سے زیادہ ہو تو بات ہے اور یہ جان لیما چاہیے کہ قلندر کی منزل سب سے سخت ہوتی ہے۔ جس کی نیت درست نہیں وہ مرشد مرشد پیش کرتا رہے فائدہ نہیں ہے۔ حدیث مبارکہ ہے۔

**إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ**

”اعمال کا دار و مدار نہ توں پر ہے۔“  
 ہر ولی دنِ مصطفیٰ ﷺ کو پھیلانے کے لئے آتا ہے اور اس کی زندگی کا  
 لمحہ لمحہ اس کام کے لئے وقف ہوتا ہے۔



## ﴿مریدین کے لئے رہنمایا صول﴾

روحانی نظام میں تصور شیخ، رابطہ شیخ مرکزِ محور ہے۔ روحانی تعلیم میں سارا علمِ محیت شیخ ہے۔ صاحبِ تصور صرف وہی ہو سکتا ہے جن کا باطنی رابطہ مرشد سے مضبوط ہو۔ تصور شیخ روحانیت میں اسِ اعظم کا سائز رکھتا ہے۔ جس طالبِ حق نے اپنے مرشد کا تصور پکا کر لیا اُس پر شیطان کا کوئی داؤ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ روحانیت کی ابتداء و انتہا تصور ہے۔ مکمل باطنی رابطہ شیخ، مرید کو افعال بد سے بچاتا ہے۔ زمانی و مکانی قیود سے آزاد یا ایک موڑ ذریعہ ہے۔

راہسلوک سے وابستہ افراد کو چاہیے کہ اپنے عقائد درست رکھیں۔ مرید کا مرشد سے پیار اور محبت کا تعلق آیا ہو کہ اپنے آپ کو، اپنی جان، مال، تن من وہن کو مرشد پر قربان کرنے والا ہونا چاہیے۔ مرشد کے ہر حکم کی تعمیل اپنے سارے معاملات سے زیادہ اہم جانے، بارگاہ مرشد میں حسن ادب کے فریزوں کو مدد نظر رکھنا چاہیے۔ مرشد کی خدمت گزاری میں پوری قوت و استطاعت لگا کر بھی اُسے بہت حقیر سمجھنا چاہیے۔ مرشد سے متعلق اشیاء مسند، بستر، روزمرہ استعمال کی اشیاء مرتن، کپڑے کبھی اپنے ذاتی استعمال میں نہیں لانے چاہیں۔ کبھی مرشد کے سامنے اوپنجی آواز سے بات نہیں کرنی چاہیے۔ دل میں بدگمانی پیدا نہیں ہونے دیئی چاہیے۔ مرشد کی ہربات کو شرح صدر کے ساتھ ظاہر اباطنًا قبول کرنا چاہیے۔ ہمیشہ تسلیم و رضا کا پیکر بننے رہنا

چاہیے۔

مرشد کی بارگاہ میں بیٹھنے تو بیٹھنے کے آداب کا خیال رکھنا چاہیے۔ دوز انو ہو کر با ادب بیٹھنا چاہیے، گفتگو نور سے سخن چاہیے، کسی اور سے بھی بات ہو تو اس میں اپنے لئے صحیح کا پہلو تلاش کرنا چاہیے۔ مرشد کی مرضی و منشاء بیٹھنے کی الہیت خود میں پیدا کرنی چاہیے۔ ہر لمحے مرشد کے حضور بے ادبی سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ مرشد کی ناراضگی کو اپنے لئے موت سے بدر تر سمجھنا چاہیے۔ یہ محبت اور ادب کے قرینے آیے ہیں جو کسی عام سے شخص کو خاص بنادیتے ہیں۔ پیار اور ادب سے محرومی ایک عبادت گزار شخص کو بہت سی برکات و تاثیر سے محروم کر دیتی ہے۔ مرشد سے سچا پیار اس لئے اہم جانے کہ فقط میرا مرشد ہی مجھے نارجہنم سے بچا سکتا ہے۔ مجھے اللہ کا قرب فقط مرشد کے دلیل سے مل سکتا ہے۔ رحمت عالم، نور مجسم، محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی مرشد کی غلامی سے مشروط ہے۔ مرشد سے محبت عطا کا پیش نہیں تھا بت ہوتی ہے۔ یہ عطا محبت کی سند ہے اور فاما محبت کی دلیل ہے۔

سلطان محمود غزنوی سے کسی نے پوچھا کہ آپ آیاز پر خصوصی طور پر مہربان رہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ سلطان محمود نے جواب دیا: ”وہ سب سے زیادہ آداب خدمت بجالاتا ہے۔“

ایک روز شکارگاہ میں ایک ہمار پرواز کرنے لگا۔ سب غلام، خدمت گارہما کے سایہ کے لئے دوڑے گمراہیا ز نے فقط میری رکاب میں میرے پاؤں پر ہاتھ رکھا۔ میں نے کہا تم ہما کے سایہ کی طلب کی میں کیوں نہیں لگے۔ اس نے جواب دیا مجھے محض آپ کے سایہ کی تمنا ہے۔ اس حسن ادب کی وجہ سے میرے دل میں اس کی قدر منزلت بڑھ گئی کیونکہ حسن ادب اللہ میں زیل کو بھی بہت پسند ہے۔

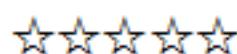
کو یا پائج ایسے امور ہیں جن کا بجالانا ایک طالب صادق کے لئے بہت ضروری ہے۔

محبت شیخ	☆
مرشد کا ادب	☆
تصورِ شیخ	☆
حکم شیخ پر عمل در آمد	☆
مرشد سے وفا	☆

ان پائج امور سے ہی درجات میں فرق پڑتا ہے۔ یہی امور روحانی نظام میں آگے بڑھنے کے لئے بیڑھی کا کام کرتے ہیں۔ اگر ان امور کا خیال نہ رکھیں گے تو مرشد سے روحانی فیض حاصل کرنے میں ناکام و نامراد رہیں گے۔ مشن سے وابستگان کو چاہیے کہ تین باتوں پر سختی سے عمل پیرا ہوں اس میں کوتاہی قطعہ نہ ہو۔

نماز کی پابندی	☆
وطائف کی پابندی	☆
تصورِ شیخ	☆

سالک کی منزل مقصود انجی تین نکات میں چھپی ہوتی ہے۔



## ﴿ دیگر فقراء کی رائے میں آداب شیخ ﴾

جملہ کبار مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اپنے شیخ کے لئے مرید کے دل میں جذباتِ ادب کے بغیر حصول فیض ممکن نہیں۔ آداب کی بجا آوری کے بغیر ریاضتیں اور مجاہدات بھی اپنا اہر نہیں دکھاتے۔

غذیۃ الطالبین میں سے چند فرائیں آداب شیخ کے حوالے سے ٹوٹش خدمت ہیں۔

☆ دل کو طلبِ حق اور اُس کے مساوا سے تزک کے لیے تیار کرے۔

☆ کتاب و سنت کی ادائیگی کرے۔

☆ عجز و انكساری کا مظاہرہ کرے۔

☆ توبہ میں رضا جوی اللہی کو اپنا شیوه بنالے۔

☆ شیخ سے محبت کرے۔

☆ شیخ سے قطع تعلق نہ کرے۔

☆ شیخ کے سامنے اپنی تعریف نہ کرے۔

☆ بلا اشد ضرورت بات نہ کرے خاموش بیٹھا رہے۔

☆ شیخ کے سامنے کوئی مسئلہ بیان ہو رہا ہو تو مرید علم رکھنے کے باوجود بھی خاموش رہے۔

☆ شیخ کے قریب اپنا مصلی نہ بچھائے۔

- ☆ آپنے بارے میں دوسروں سے بہتر ہونے کا یقین نہ رکھے۔
- ☆ شیخ سے آپنے احوال تھنی نہ رکھے۔
- ☆ شیخ کی خدمت کو آپنے اوپر لازم کرے۔
- ☆ کثرتِ بواہات سے اجتناب کرے۔
- ☆ کرامتِ کوئوام سے چھپائے۔
- ☆ ظاہر میں شیخ کی مخالفت اور باطن میں اعراض نہ کرے۔
- ☆ شیخ کو آپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ جانے۔

۱۔ حضرت ابوالقاسم گرجانی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا فرمان ہے کہ مرید کو چاہیے کہ آپنے شیخ کے سامنے "کیوں" کا لفظ تک استعمال نہ کرے کیونکہ اس لفظ کے اندر اعراض کی بُوپائی جاتی ہے۔

۲۔ حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

فرماتے ہیں جو شخص آپنے نفس کو بے ادبی پر قائم رہنے دیتا ہے تو اس کا نفس سرکش بن جاتا ہے۔ جس کے ظاہر میں ادب نہیں وہ باطنی حسن ادب سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

۳۔ حضرت شیخ شہاب الدین ہبہ روڈی رحمۃ اللہ علیہ:

مرید کو چاہیے کہ آپنے شیخ کو رسانہ کرے کبھی غلطی سے بھی آپنے آپ کو شیخ پر ترجیح نہ دے۔

۴۔ حضرت ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ فرماتے ہیں عبادت سے آدمی جنت تک پہنچتا ہے مگر ادب کرنے سے اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ یعنی معرفت مولانا حسیب ہو جاتی ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ادب

عبدات سے بالاتر چیز ہے کیونکہ عبادت روکھتی ہے لیکن ادب اور خدمت کبھی ضائع نہیں ہوتی۔

#### ۵۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ:

بے ادب نہ صرف اپنی روحانی دنیا کو خراب کرتا ہے۔ بلکہ پورے عالم میں فساد کی آگ لگادیتا ہے۔ بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔

#### ۶۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

اللہ تعالیٰ اپنے غصب اور اولیاء کے غصب سے بچائے وہ جس طرح نسبت عطا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں اسی طرح نسبت سلب بھی کر سکتے ہیں۔

#### ۷۔ صوفیاء کا مشہور قول:

صوفیاء کا مشہور قول ہے۔ "الْمُرِيدُ لَا يُرِيدُ" "مرید اپنی خواہش سے کچھ نہیں چاہتا یعنی وہ رضائے مرشد میں رضائے الہی کا طالب رہتا ہے۔

## ﴿چند عملی مثالیں﴾

بزرگان دین اپنے مرکو عقیدت کی خدمت میں کیسے رہا کرتے تھے چند عملی نمونے پیش خدمت ہیں۔

#### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی مجالس میں اس طرح ساکت اور مودب ہو کر بیٹھتے کہ پرندے بے جان چیزیں سمجھ کر ان کے سروں پر بیٹھ جاتے

اور ان کو خبر تک نہ ہوتی۔

#### حضرت بابا یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اپنے ابتدائی لیام میں شیخ کی صحبت میں تھے کہ ایک دن شیخ نے فرمایا  
طاق سے فلاں کتاب اٹھالا تو انہوں نے عرض کیا کون سا طاق۔ فرمایا ایک عرصے  
سے تم یہاں رہ رہے ہو تمہیں طاق کا بھی پہنچنے نہیں، عرض کیا میں نے کبھی ادھر ادھر  
جھانکنے کی کوشش نہیں کی۔ میں تو آپ کی صحبت کی خاطر یہاں آیا ہوں لہذا آپ ہی کی  
طرف متوجہ رہتا ہوں۔ آپ کے مرشد نے فرمایا اگر یہی بات ہے تو پھر تمہارا کام ختم  
ہوا، واپس بسطام چلے جاؤ یعنی تم نے ادب حاصل کر کے کویا تمام روحانی منازل کو  
حاصل کر لیا۔

#### حضرت ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا یہ حال تھا کہ جب آپنے شیخ حضرت ابو دقاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت  
میں جاتے تو پہلے روزہ رکھتے، غسل کرتے اور پھر حاضر خدمت ہوتے۔ حاضری کے  
لئے جاتے تو بار بار واپس لوٹ آتے دروازہ کھلنچنانے کی ہمت نہ ہوتی۔

#### حضرت پیر سید مہر علی شاہ کولڑوی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ جب بھی آپنے مرشد کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کرتے تو جو تے  
کولڑہ (راولپنڈی) میں اتنا ردیتے اور باوضو ہو کر نگے پاؤں سیال شریف (سر کو دھا)  
تک پیدل سفر کرتے اور جب تک صحبت میں رہتے رفع حاجت کے لئے سیال شریف  
کے علاقے سے باہر نکل جاتے۔

#### ایک اصنہمانی نوجوان کی عقیدت مرشد:

حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت سری سقطی کے پیر و مرشد اور

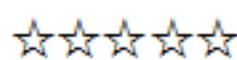
جنید بغدادی کے ہم عصر تھے۔ آپ کا ایک اصفہانی نوجوان مرید تھا اس کے دل میں مرشد کے دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا۔ جب وہ چلنے لگا تو شاہ اصفہان نے اس کو لامپ دیا کہ اگر تم اپنے مرشد سے ملنے نہ جاؤ تو میں تمہیں ایک ہزار دینار کا محل سامان سمیت اور ایک ہزار دینار کی کنیرس زیورات کے پیش کر سکتا ہوں (موجودہ دور میں یہ رقم کروڑوں روپے میں بنتی ہے) لیکن وہ نوجوان ان تمام چیزوں کو چھوڑ کر ننگے پاؤں شوق دیدار میں چل پڑا۔

ادھر حضرت ابوالحسن نوری نے اپنے ارادت مندوں کو حکم دیا کہ ایک میل تک زمین کو صاف و شفاف کر دو، کیونکہ ہمارا ایک عاشق ہوں دنیا کو چھوڑ کر ننگے پاؤں شوق دیدار میں چلا آ رہا ہے۔ اور جب وہ نوجوان حاضر خدمت ہوا تو حضرت ابوالحسن نوری نے تمام واقعہ بیان کر کے اس نوجوان سے فرمایا کہ ”مرید کی شان یہ ہے کہ اگر سارے جہان کی نعمتیں بھی اس کے سامنے پیش کر دی جائیں تو وہ ان پر نگاہ تک نہ ڈالے۔“

ان تعلیمات کی روشنی میں ہمیں اپنا ماحسبہ کرنا چاہیے کہ ہم کس حد تک آداب شیخ کا خیال رکھتے ہیں۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا بہتر علم ہوتا ہے۔

☆      سہل بن عبد اللہ التستری کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کے شیخ حضرت ذوالنون مصری آپ کے شہر سے بہت دور رہتے تھے۔ سہل بن عبد اللہ التستری کا معمول تھا کہ کبھی بیک لگا کرنے پڑتے تھے نہ ہی کسی کے سوال کا جواب دیتے تھے اور نہ ہی کبھی اپنی ناگنوں کو پھیلا کر پڑتے تھے۔ ایکبار ایسا ہوا کہ آپ نے بیک لگالی اور اپنی ناگنوں سیدھی کر لیں اور فرمایا کہ ہاں اب پوچھو میں تمہارے ہر سوال کا جواب دونگا۔ آپ کے مصحابین و مریدین و طالبان نے جیراگی کے عالم میں پوچھا ایسا آپ نے آج

تک نہ کیا تھا تو آج یہ سب کیے۔ ہل بن عبد اللہ التستری نے فرمایا کہ اب تک میرے شیخ زندہ تھے اگرچہ مجھ سے کوئی میل کے فاسطے پر تھے۔ میں ہمہ وقت ان کے تصور میں رہتا تھا اور مجھے زیب نہیں دیتا کہ میرے شیخ میرے سامنے ہوں اور ہل بن عبد اللہ بیک لگا کر بیٹھے اپنی نانگوں کو پھیلانے یا کسی ان کی موجودگی میں کسی کے سوال کا جواب دے۔ ہاں ابھی میرے شیخ کامل حضرت ذوالنون ہصری واصل حق ہو گئے ہیں اب میں تمہارے ہر سوال کا جواب دونگا۔



## ﴿روحانی رکاوٹیں﴾

یا راں طریقت کی کمزوریاں جو روحانی طور پر آگے بڑھنے میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں۔ ان کا جانا اور سمجھنا اس لئے ضروری ہے تا کہ ان کو دور کیا جاسکے اور یہ کمزوریاں روحانی سفر کو روکنے کا سبب نہ بن پائیں۔

آج کے دور میں ایک بڑی کمزوری اعتقاد اور یقین سے محرومی ہے۔ جہاں اعتقاد مترسل ہوا وہاں اپنے مقام سے نیچے گئے اور خود کو خربھی نہ ہوئی۔ طالب کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے مرشد کو وسیلہ جانتے ہوئے اس پر یقین کامل رکھے۔ ایک اور کمزوری یہ ہے کہ اس مادہ پرست دنیا میں رہتے ہوئے انسان ہر لمحہ مادی فائدے اور نقصان کو سامنے رکھتا ہے۔ یہ مادہ پرستی، دنیوی فائدوں کی طرف دل کا میلان و رہنمائی روحانیت کی ضد ہے کہ جہاں دنیا کی محبت ہو وہاں اللہ کی محبت نہیں ہوتی اور جہاں اللہ سے پچھی محبت ہو وہاں دنیاوی فائدے اور نقصان بے معنی ہو جاتے ہیں۔

گزر جاعقل سے آگے کہ یہ نور چاراغی راہ ہے منزل نہیں ہے انسان کی طبیعت میں کاملی، سستی، آرام طبی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ وہ دین کے کاموں کے لئے روحانی قوت سے محروم ہو گیا ہے اور روحانی نظام تو اللہ سے تعلق عشق پرمنی ہے۔ اپنی سستی اور کاملی کی بناء پر انسان پر نفسانی خواہشات کا غلبہ آ جاتا ہے۔ لئے ضروری و روحانی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور مریدین کے لئے جو رہنماءصول بتائے گئے ہیں ان پر عمل پیرا ہو۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھتا ہے  
لوگ آسائیجھتے ہیں مسلمان ہوتا

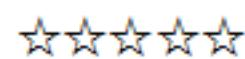
باقی ہر ایک کی اپنی طلب اپنا اپنا ظرف کا پیانا نہ ہوتا ہے کچھ لوگ صحیح موقع کو  
دیتے ہیں، آگے بڑھنے کے تربیت میں کمزوری کی وجہ سے کچھ انیمار کی باتوں میں  
آکر راہ سے بھٹک جاتے ہیں، بعض اوقات کچھ حالات آزمائشی طور پر صبر و استقامت  
کے مقاضی ہوتے ہیں۔ مگر صبر کا دامن چھوڑ دینے سے آگے کا سفر زک جاتا ہے۔

اگر عام لوگوں کی بات کریں کہ وہ روحانی سفر میں آگے کیوں نہیں بڑھ  
پاتے تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کو موزوں رہنمائی اور تربیت نہیں مل پاتی۔ بعض  
لوگوں کو اچھے رہنماءں جاتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ اپنی پڑھتے رہتے ہیں اس سے  
مراد یہ کہ اپنی مرضی پر چلتے ہیں رہنماء کی مرضی اور منشاء نظر انداز کر دیتے ہیں اور  
روحانیت میں رہنماء کی طرف دھیان رکھنا بہت ضروری ہے۔ ہمہ وقتی انجھتے بیجھتے،  
سوتے جاگتے دھیان اپنے مرشد کی طرف لگا رہے، اس سے دنیا میں رہتے ہوئے  
الگ زندگی ملے گی جو اصل زندگی ہے اور اسی میں رہتے ہوئے جوابات انجھتے ہیں۔  
یہ کمزوریاں بتائیں اس لئے جاتی ہیں تاکہ انہیں سمجھ کر دور کیا جاسکے۔  
میاں محمد بخش صاحب فرماتے ہیں۔

جیکنزو سونہڑا راضی ہووے  
مرضی لوز جن دی  
جے تو مرضی اپنی لوزیں  
فیر بخیوں گل بذر دی

جس کو شیخ کا خیال رہتا ہے اُس کا اچھا حال رہتا ہے جو مطابقت  
چھوڑ دیتا ہے وہ خوار ہوتا ہے۔

جسکو اپنے مرشد کا خیال رہتا ہے  
 اُسکا بے شک اچھا حال ہوتا ہے  
 جس کوئیں تصور مرشد محمود  
 اُس کے سر پر ہمیشہ و بال رہتا ہے



## ﴿ اَنَا ﴾

روح انا میں ہے اور انا میں خدا۔ ایک انا فرعون ہناتی ہے۔ ایک انا انا الحق کا پرتو ہے۔ جو خود میں رہے وہ بے خود رہے۔ صرف خود کو سمجھنا یہ فرعونیت ہے اور خود کو ختم کر کے بے خود ہو گئے تو خدا تک پہنچ گئے کہ خود کو ختم کر کے خدا کو خود میں سمجھا تو وحدانیت کو پالیا۔ اللہ ہے اور اس کا نہ کانہ دل ہے جب وہ آگیا نہ قلب رہا، نہ نفس رہا، نہ سر، نہ خفہی، نہ انھی، بس وہی رہا۔ جب دل میں ظہور ہوا دل ہی لامکان بن گیا تو انسان کا راز سمجھے میں آگیا۔ صوفیاءِ مجاہدے کرتے ہیں۔ ریاضتیں کرتے ہیں۔ بھیک منگوانا، بھوکا پیاسا سار کھانا، چلنے کرنا۔ اس شاقِ مشق سے نفس مذہل اور کمزور ہو جاتا ہے تو روح مشاہدہ کرتی ہے پھر بندہ، بندہ نہ رہا۔

عالم شہود میں شیطان کی رکاوٹیں رہتی ہیں کوہ خراہی چاہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ آپ ترقی نہ کر سکیں۔ دین میں آگے نہ بڑھیں۔ انسان کو سکون نہ ملے۔ انسان خوش نہ ہو۔ انسان غمگین ہوتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے تو کچھ لوگ تو عالم شہود میں ظاہرداری میں ہی پھنس جاتے ہیں۔ کچھ عالم ملکوت تک پہنچتے ہیں، مشاہدہ ملا تو فخر و تکبر آگیا۔ اپنے آپ کو نورانی سمجھنے لگ گیا اور اس مقام سے آگے نہ بڑھ سکا۔ عالم احمد بیت واقف کاروں کی جگہ ہے۔ واقفیت ہو گئی یقین ہوا چیسا کہ ہیرے کا پتہ چل گیا کہ بوعل میں ہے اُس کی آب و تاب نظر آری ہے۔ اب یہ سمجھ لیما کہ بس میراہی تو ہے اس پر خوش رہنا کہ سامنے تو ہے اُسے پانے کی طرف نہ جانا! اسی جگہ پر چھوڑ گیا جسے پتہ چل گیا جو اس سے آگے بڑھ گیا وہ تحریر ہو گیا۔ وہاں ذات حق ہے یہاں نور حق ہے۔

آنا کی دو قسمیں ہیں:

☆ آنائے نفس

☆ آنائے دل، آنائے ذاتی

آنائے نفس فرعونیت کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان خود کو سب کچھ سمجھتا ہے اور فرعون بن جاتا ہے۔

روحانیت روح سے نکلا ہے۔ عناصر جن سے انسان بنا ہے جب فنا ہو جائیں گے مٹی مٹی میں، آگ آگ میں، انسان تخلیل ہو جائے گا روح فیج جاتی ہے۔

سرکار دو عالم علیہ اصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

**مُوْتَوْا قَبْلَ أُفْتَ قَمُوتُوا**

”مرنے سے پہلے مر جاؤ۔“

مرنے سے پہلے خود کو مارنا اپنی تمنیں یعنی آنا کو مارنا ہے۔ پھر آنا الحق کا رنگ ملتا ہے۔ روح کا مقام دل میں ہے ہر انسان ذاتی طور پر کچھ نہیں۔ اس کی ذات ہے تو کسی ذات سے مل کر۔ یہ نبیتوں کا سفر خدا تک لے جاتا ہے کہ وہ ظاہر ظاہر ہے۔ عین عیاں ہے۔

بابا پاہنے شاہ فرماتے ہیں۔

اک لازم شرط ادب دی اے سانوں بات معلوم سب دی اے

ہر ہر وجہ صورت رب دی اے کتنے ظاہر کتے چھپندي اے

منہ آئی بات نہ رہندی اے

آسان پڑھیا علم تحقیقی اے اُتھے اکو حرف حقیقی اے

اینویں رولا پایا یہندی اے ہو رجھگڑا سب وہیکی اے

منہ آئی بات نہ رہندی اے

☆☆☆☆☆

## ﴿حقیقی دل﴾

روحانیت پڑھنے لکھنے سننے سے نہیں آتی۔ لکھنے سے انسان کو علم حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ میں نے انسان کو علم قلم کے ذریعے دیا ہے۔ فرمایا:

**إِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلِمَ بِالْقَلْمَ**

**عَلِمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ**

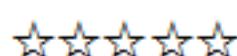
”پڑھیے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا۔ جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“

پہلے عقل پہ، شریعت پہ، علم پہ چلو پھر جب دل زندہ ہو جائے تو پھر دل کی بات مانو۔ دل زندہ ہونے سے پہلے ممکن ہے تم نفس کی مان رہے ہو یعنی بغیر دل زندہ کے انسان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ دل کی مان رہا ہے یا نفس کی۔ تصور شیخ میں رہ کر طالب کو چاہیے کہ ہم و وقت ذکرِ خفیٰ میں رہے اور اسم ذات کا تصور اس قدر پختہ ہو کہ وہ اس کی آنکھوں، دماغ، دل، دونوں ہاتھوں، دونوں ہنگوں، پورے بدن میں سما جائے اور واضح نظر آئے پھر بے شک اس کا بولنا اللہ کا بولنا، دیکھنا، ہمنا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی کا مفہوم ہے -

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نوافل کی کثرت سے بندہ میراثاً تا قرب اختیار کر جاتا ہے کہ میں اس کی آنکھیں، ہاتھ، پاؤں، دل، دماغ بن جاتا ہوں۔ پھر اس کا دیکھنا میرا دیکھنا ہے۔ اس کا بولنا میرا بولنا ہے۔۔۔“

لوگوں کی کئی فتمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جو دنائی کی بات سنتے ہی نہیں۔ ایک صرف سنتے ہیں سمجھتے نہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو سنتے سمجھتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے اور سب سے اعلیٰ وہ لوگ ہیں جو سنتے بھی ہیں، سمجھتے بھی ہیں اور پھر اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ بات وہ سی جاتی ہے جو کانوں تک پہنچے اور عمل اس پر کیا جاتا ہے جو دل تک پہنچے۔ حقیقی دل وہ ہوتا ہے جو کسی ایسے دل کی طرف مائل ہو کہ اس کے اپنے معاملات ختم ہو جائیں اور وہ دل اس کو اپنے جیسا بنادے۔

فقیر ہمیشہ دل کو دیکھتا ہے اور دل کو غلاظت سے پاک کر کے اللہ کے ذکر کی طرف لگا دیتا ہے اور پھر خود بخود اللہ کا ذکر اس دل سے جاری ہو جاتا ہے جس کو ہم قلب کا جاری ہونا کہتے ہیں پھر اس کی زندگی خود بخود بدل جاتی ہے۔



## ﴿ ملامت ﴾

لامات فقر کا پہلا حصہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت و راصل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار ہے اور بندہ اگر حق پر ہو تو ملامت بڑا کام کرتی ہے۔ سرکار داتا گنج بخش کشف الحجوب میں بیان فرماتے ہیں آیکبار ان پر کیفیت قبض وارد ہو گئی اس کیلئے وہ تین ماہ تک چلہ کائتے رہے، مختلف جگہوں پر مزارات پر گئے سفر و حضر میں رہے مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ آخر کار ایک سفر کے دوران ایک سرانے کے احاطہ میں رکنا ہوا۔ وہاں کچھ نہاد ملنگ لوگ تھے جنہوں نے آپ کو دیکھ کر آپ پر آوازے کے اور ناشائستہ طریقے سے پیش آئے۔ داتا صاحب نے فرمایا کہ اس ملامت سے میری وہ کیفیت قبض آدمی حل ہو گئی۔ اس کے بعد انہوں نے کھانا کھایا اور بچا کھچا میری طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد انہوں نے خربوزہ کھایا اور اس کے چھلکے میری طرف پھینک دیے۔ آپ فرماتے ہیں ان کے کھاتے ہی وہ قبض رو ہو گئی اور وہ کام جو چلے سے بھی نہ ہو سکا تھا ملامت سے ہو گیا۔

مگر لازم یہ ہے کہ بندہ حق پر ہو، حق ہی کی جستجو میں ہو تو ملامت بہت کام کرتی ہے کہ ہمیشہ دل میں خدا کا خوف رہے۔ دنیا کو بھی نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ یہ بھی ضروری ہے۔ دنیا کے معمولات میں توازن ہونا چاہیے۔ ملامت نفس کو مارتی ہے جو شیطان کا گھر ہے اگر ملامت سے یا کسی اور وجہ سے غصہ آجائے تو فوراً آئینہ دیکھنا چاہیے غصہ دور ہو جائے گا، خود میں برداشت کی قوت پیدا کرنی چاہیے۔ مسئلہ میں سے مصالحتہ ختم کیا جائے تو مسئلہ ختم نہیں ہوتا۔

اندر کی اصلاح ہونا ضروری ہے پھر ظاہری حالت بد لئے میں دری نہیں لگتی۔

ہر وہ بات جو حق سے، اپنے شیخ سے دور کرنے والی ہو اس سے پرہیز ضروری ہے۔  
 بلکہ ہر میدان میں شفا پرہیز نہی ہے۔ روحانیت میں بھی دواليتا رہے پرہیز نہ کرے  
 تو فائدہ نہیں۔ برداشت اور دلیری انسان پیدا کر لے تو اللہ کرم کرتا ہے۔



## ﴿مادی مسائل کا حل﴾

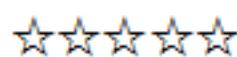
دنیاوی معاملات، مسائل اور دیگر باتوں کو دیکھا جائے تو تین صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک وہ باتیں جن میں نہ گناہ ہے اور نہ ثواب۔ شریعت میں ان امور کو مباح کہا گیا۔ دوسری دو واضح صورتیں وہ باتیں جس میں ثواب ملتا ہے اور وہ باتیں جن کا کرنا گناہ ہے ۔

عارف لوگ نہ گناہ کی بات کرتے ہیں اور نہ وہ جس میں نہ گناہ ہوتا ہے نہ ثواب۔ وہ بات کرتے ہیں تو صرف ثواب کی ماضی بات یہ ہے کہ خدا سے تعلق بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جب خدا سے تعلق ہو جاتا ہے تو دنیاوی مسائل و مشکلات کی کوئی حیثیت نہیں رہتی یہ خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ دو کام کرنے پڑتے ہیں خدا کا دھیان بھی رکھنا ہے اور شیطان کا بھی کہ کہیں پکڑنے لے۔ والدین کو اولاد کی تربیت پر خاص توجہ دینی چاہیے۔ جو والدین بچوں کے ساتھ ان کی غلطی میں رعایت برتنے ہیں وہ اولاد ان کی کبھی نہیں بن سکتی۔ اس کے علاوہ جو لوگ گستاخ اولیاء اور آنبیاء ہیں ان کے ساتھ کھانے پینے سے بھی بچنا چاہیے۔ ان کے پاس بچے بھی حفظ و قرأت کے لئے نہیں صحیح چاہئیں۔ ہمیشہ یاد رہے کہ قیامت کے دن اعمال میں روح نہ ہوگی تو اٹھا کر پھینک دیئے جائیں گے اور روح عشق محمد ﷺ ہے۔ بقول اقبال

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا  
روح محمد ﷺ اسکے بدن سے نکال دو

آنہیاء اور اولیاء کی شان میں گستاخی کرنے والے مزاج کے لحاظ سے خشک ہوتے ہیں۔ خشک اس وجہ سے ہیں کہ تکبر ہے۔ تکبر اس وجہ سے ہے کہ مرشد کامل سے دور ہیں۔ مرشد کامل سے اس وجہ سے دور ہیں کہ شیطان ساتھ ہے اور شیطان اس نے ساتھ ہے کیونکہ عشقِ مصطفیٰ کریم ﷺ نہیں ہے۔ تو بندے کا تعلق رحمتِ عالم نور مجسم ﷺ سے ہوتا ہے تو اللہ سے تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اُس کے مسائلِ رحمتِ ربانی سے حل ہوتے چلے جاتے ہیں کہ خدا سے تعلق میں ظاہری معاملات کی کوئی حیثیت نہیں۔

بہت سے مریدین اور عوامِ الناس مادی مسائل کے حل کے لئے، دنیاوی معاملات کے لئے فقیر کے پاس آتے ہیں۔ یہ بھی ایک طریقہ ہے را و طریقت میں لوگوں کے آجائنا کا۔ جب فقیر کے اڑات باطنی اللہ کے ذکر (جو وظیفہ کی شکل میں دیا گیا) کی بدولت یاد، دعا، تعلیم کے ذریعے معاملہ حل ہوتا ہے تو اُس کی تاثیر سے باطن پر اڑات پڑتے ہیں اور روحانی سفر میں آنے والا آگے بڑھتا ہے۔ زیادہ تر لوگ اسی طرح سے آتے ہیں اور ہم سفر ہو جاتے ہیں۔ خالص للہیت بہت کم ہوتی ہے۔ یہ دنیاوی معاملات ایک ذریعہ بن جاتے ہیں آگے آنے کا۔



## ﴿ علم، محبت، عمل ﴾

علم کی اہمیت مسلمہ ہے۔ قرآن و احادیث میں بار بار علم کی ترغیب دی گئی اور اس کا حصول فرض قرار دیا گیا۔

**إِقْرَأْ يَا سُمِّ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ**

اے جبیب ﷺ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا  
(اعلٰٰ ۱)

یہ پہلی وحی علم کی اہمیت کو اجاگرتی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بار بار علم کے حصول پر زور دیا گیا۔ مگر ایک بات سمجھ لئی چاہیے کہ اللہ اور رسول پاک ﷺ سے پیار علم پر فوقيت رکھتا ہے۔ ابو جہل جہالت کا باپ اس لئے کہ اس میں محبت نہ تھی کویا محبت نہ ہو تو انسان پڑھا لکھا بھی جا بل ہی ہے۔ اہل محبت کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر سائل کو، پیاروں کو گالی لکھ کر دے تو شفا ہو جاتی تھی کیونکہ ان اہل اللہ لوگوں کو وہ مقام ملتا ہے کہ الفاظ کی وقعت ختم ہو جاتی ہے اور نیت کام کرتی ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ فقراء جب کلامِ الہی کے کسی لفظ کی وضاحت فرماتے ہیں تو ظاہری علم سے بہت کر، مردیج معنی و مفہوم کو چھوڑ کر، عام ذہنوں کی جہاں رسائی نہیں ہو سکتی وہ بیان کرتے ہیں۔ یہ علم، علمِ لدنی ہے۔ رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔

**وَأَقِنْتَهُ مِنْ لَذْنُكَ رَحْمَةً**

رحمتِ رباني علم کی صورت میں عطا ہوتی ہے۔ بڑے بڑے اہل علم، دلائل اور قیاس کی باتیں کرنے والے آثار سے کیوں محروم ہیں۔ اصل بات ہی یہ ہے کہ ان کی سرکارِ دو عالم ملکِ طلباءؑ سے نسبت کیسی ہے۔ علمائے رباني، علماء حق اور ولی کامل وہ کجا اور آج کے یہ جاہل لوگ کجا۔ پہلے درسِ نظامی سے فارغ التحصیل طلباء باقاعدہ فقراء اور اہل اللہ کی صحبتیوں میں پیشہ کر تصور کو سمجھتے تھے کیونکہ روحانی نظام فقط ایسی ہی صحبتیوں سے سمجھ آ سکتا ہے۔ اس کے بعد پھر عمل میں تاثیر آتی ہے تو جب علم باشندہ ہیں تو اس کے آثار معاشرے میں ظاہر ہوتے ہیں جیسے مولانا روم اپنے وقت کے جیدِ عالم تھے اور جب تک شمس تبریزی کی صحبت میسر نہ ہوئی تاثیر نصیب نہ ہوئی۔

اہل علم کو صحبت اولیاء عمل جائے۔ ان کے پاس بیٹھنا، رہنا، سفر میں پیدل ساتھ رہیں تو اولیاء کرام کے تابکاری و روحانی آثار جو مرتب ہوتے رہتے ہیں اس سے بات اور تقریر میں تاثیر آ جاتی ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔

یک زمانہ با صحبت اولیاء  
بہتر از صد سالہ عبادت بے ریا  
صوفیاء کا طریقہ تو یہ ہے کہ ایک دوسرے سے تعاون اور محبت کرتے رہیں۔  
جن کو ولایت عطا ہوتی ہے ان کا کام بدل جاتا ہے۔  
اب آج کے دور میں ۔

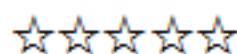
وہ مسلمان کہاں اگلے زمانے والے  
گرد نیں قیصر و کسری کی اڑانے والے  
اگر غلام ان رسول ملکِ طلباءؑ پچ پیار والے آگے آئیں تو جہاں تو تغیر کر سکتے

ہیں۔ پھر جناب جان جانا سرور دو عالم ﷺ کی عطا سے تغیر اور ناشیر عطا ہوتی ہے۔ فقراء کی ڈیوبٹیاں اور ہوتی ہیں۔ اگر انسان شریعت سمجھ کر محبت سے فقراء کے پاس آئے اور عمل میں کوئی نہ کر لے تو سمجھ آجائی ہے کہ حقیقت کیا ہے۔

ساری زندگی بندہ ایک ہی کمرے میں رہتا ہے وہ بھی کرانے کا جو چھوڑنا پڑتا ہے۔ تو اس زندگی میں علم، محبت اور عمل کو ملادیں پھر انسان، انسان بنتا ہے۔

گزر رجاعقل سے آگے کہ یہ غافل چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے  
عقل اور علم چراغ تو ہے مگر منزل نہیں۔ آج لوگ چراغ تک محمد و دہوکرہ گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم علم والے ہیں اصل میں ان کے پاس علم موجود ہی نہیں ہے اگر صحیح علم ہو تو وہ علم حقیقی کی طرف انسان کو رجوع کر دیتا ہے۔ اگر کسی کے پاس صحیح علم ہے تو اس حد تک آکر رک گیا ہے کہ حقیقت سے نا آشنا ہے۔

جب تک انسان کسی فقیر کی محبت میں نہ اٹھے بیٹھے تب تک اس کا علم صحیح معنوں میں اسے مستفیض نہیں کر سکتا۔ علم پڑھنا اور بات ہے جب وہ کسی فقیر کے پاس پہنچتا ہے تو سارا علم ایک طرف رہ جاتا ہے پھر وہ اس فقیر کا علم سیکھنا شروع کرتا ہے اس کے بعد وہ کسی قابل ہوتا ہے وگرنہ وہ اسی علم کے چکروں میں پڑا رہتا ہے اور کوئی چیز حاصل نہیں کر پاتا کیونکہ یہ میدان یعنی روحانیت، تصوف اور فقیری بقیہ میدانوں سے ذرا بہت کے ہے۔



## ﴿ جادو۔ کالا عمل ﴾

جہاں تک جادو اور کالا عمل کا تعلق ہے تو جناب رحمت عالم حضور ﷺ نے فرمادیا

**السَّحْرُ حَقٌّ وَسَاحِرٌ كَافِرٌ**

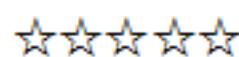
”جادو کا وجود ہے اور جادو کرنے والا کافر۔“

سرکار دو عالم ﷺ پر بھی جادو کیا گیا جس پر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوئی۔ فقراء پر بھی جادو کیا جاتا ہے۔ شیطانی قوتیں اپنا زور لگاتی رہتی ہیں۔

پیر مہر علی شاہ صاحب پر بھی جادو کیا گیا۔ آپ تین ماہ تک بستر علات پر رہے۔ پہلے اللہ پاک کی طرف سے آزمائش سمجھا اور رضا شناسی میں رہے کہ دوست کی طرف سے جو بھی عطا ہو وہ صحیک ہے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ باقاعدہ فلاں آدمیوں نے امداد یا جا کر کالا عمل کر لیا ہے تو ان فقراء کے لئے توڑ کوئی مسئلہ نہیں۔ آپ نے خود توجہ کی اور اس عمل کا توڑ کیا کہ وہ مالک کائنات توہنڈہ موسیٰ کو اپنی ملکیت کے فیض سے خدائی کا مالک بنادیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جادو کا آثر ہوتا ہے مگر نماز اور قرآن پاک باقاعدگی سے پڑھنے والوں پر کم۔ درود شریف اور وظائف پڑھنے والوں پر اور کم غسل کرنے والوں اور ہمہ وقت باوضور ہنئے والوں پر اور کم۔ سب سے بڑا توڑ تو خود جانب عالم رسول پاک ﷺ نے بتلا دیا کہ آخری تین قل شریف تین دفعہ پڑھ

کر پورے بدن پر چھوٹ کر مار دیں۔ آخری آیام میں مائی صاحبہ حضرت عائشہؓ پڑھ کر ہاتھ پھیرا کرتی تھیں۔ اگر بیماری، حتیٰ آجائے تو آیا ہی کہا چاہیے (مگر اجازتِ شیخ سے)۔

مسلمان ہر ایک پر غالب آتا ہے اگرچہ ایمان والا ہوتا سب کچھ ہو سکتا ہے جو چاہے مونمن کر سکتا ہے مگر غلامی رسول ﷺ سے کہ فنا فی اللہ کے بعد بتا بھی غلامی مصطفیٰ ﷺ ہے۔ حقیقتِ محمدی ﷺ سے باہر ہے۔ دم تعلیمات اور دعا سرکار ﷺ سے ثابت ہے ان کے علاوہ جادوا اور کالا عمل سب کفر ہے۔ ہندو پنڈت اور کچھ نہجار نام نہاد مسلمان عالمین جنات اور عمل کے ذریعے بعض باتیں بتاتے ہیں مگر ایمان والوں کو ہرگز ان کے پاس نہیں جانا چاہیے کہ یہ اس درسے دور ہو کر خود بے در ہیں۔



## ﴿ عالمین ﴾

جو شریعت میں ہے وہ عالم ناسوت میں ہے۔ جو طریقت میں ہے وہ عالم  
جردت میں ہے۔ جو حقیقت میں ہے وہ عالم لاہوت میں ہے۔ عالمین میں سے ایک  
عالم ارواح ہے جو روحوں کی قیامگاہ ہے اور وہاں سے وہ عالم ظاہر یعنی دنیا میں آتی  
ہیں یہ ایک اور عالم ہے یہاں سے عالم برزخ کی طرف جا رہی ہیں۔ ایک دفعہ صحابہ  
میں سے کسی نے کہا:

”اے زمانے تیراہما ہو۔“

آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا کہ ”زمانے کو مرامت کہو کہ زمانہ خدا  
ہے۔ زمانہ وقت میں موجود ہے تھا اور ہو گا۔“ جو قائم ہے وہ خدا ہے اللہ پاک ہے جو  
اس کو چاہا ہے۔ اللہ کی وجہ سے زمانہ ہے اور طالبِ حق پر عالمین میں سے ایک عالم  
تقویٰ پر رہنے کا ہے، یہ عالم طالبِ کو طریقت میں شامل کرتا ہے۔ ایک عالم معرفت  
میں لے جاتا ہے کسی طالب پر جو کچھ گزرتا ہے جو کچھ وہ پانتا ہے تو عالمین میں سے کسی  
عالم میں سے پانتا ہے۔ آڑا گنیز نگاہ سے دلوں کا عالم بدل جاتا ہے۔ طالبانِ حق کو اس  
علم میں رہتے ہوئے بیشمار عالمین کی سیر کرائی جاتی ہے۔

عاشق صادق کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا عالم ہو سکتا ہے کہ راہِ طلب اور  
راہِ عشق میں ایک آیا عالم آتا ہے کہ درمحبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ کوئی بھی ذی شعور خود

ہی سوچ لے کہ اس وقت طالب کی خوشی کا کیا عالم ہو گا۔ عالم زمانے کو کہتے ہیں۔ زمانہ وقت ہے اور ایک طالب پر کئی قسم کا وقت گزرتا ہے یوں سمجھیے کہ ایک طالب کی عالمین میں سے گزرتا ہے۔

اللہ پاک نے سورۃ فاتحہ کے آغاز میں فرمایا

### الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

”اللہ اس ذاتِ کریم کا شکر جو سب زمانوں کو پالنے والا ہے۔“

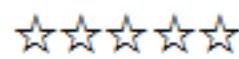
ہر زمانے کی مخلوقات کو پالنے والا وہ خود ہے وہ صرف کھانے پینے کا رزق نہیں بلکہ وہ رزق پیار کی صورت میں بھی اہل آفراد کو عطا کرتا ہے۔ ہر زمانے میں عام لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ خاص لوگوں کو رزق کے ساتھ محبت بھی دی جاتی ہے خاص الخاص کو رزق اور محبت کے ساتھ عشق کا رزق بھی عطا کیا جاتا ہے تو اس طرح ایک عام بندہ اور ایک طالب حق اور ایک عاشق صادق ہر عالم میں اللہ کی زیر نظر رہے اور ہر عالم میں اللہ کے بندوں کے لئے فیض رسال رہے۔

خاصاً خدا کا یہ شیوه ہے کہ جب ایک خاص بندہ طلب کے عالم میں آتا ہے اس وقت اس کو طلب ہوتی ہے اس نے دیکھا نہیں ہوتا اس وقت وہ اشتیاق کے عالم میں ہوتا ہے اور جب دیدار ہو جائے تو پھر طلب سے محبت کے عالم میں چلا جاتا ہے۔ محبت کے عالم میں پختگی اختیار کرنے کے باعث اللہ پاک اس کو عشق کا عالم عطا کرتا ہے عشق میں ایک آیا مقام آتا ہے کہ وہ جل جاتا ہے یعنی فنا کے عالم میں چلا جاتا ہے۔ فنا کے عالم میں پہنچتا ہے تو پھر بتا کی صورت میں تمام عالمین کا مشاہدہ کرتا ہے۔

اب نہ اس پہ ذکر کا عالم ہے نہ ذاکروں کے عالم سے نسبت رکھتا ہے بلکہ

اُب عالمیں سے جان چھوٹ گئی اور مذکور میں غرق ہو گیا۔ زمانہ، وقت کی قید ختم ہو گئی اور مذکور سے مل گیا۔ نہ ذاکر، نہ ذکر بس مذکور رہ گیا۔ یعنی ذاکر بھی ختم ہو گیا ذکر بھی ختم ہو گیا بس مذکور باقی رہ جائے گا۔ مذکور شکل نور رہتا ہے مسرو، مگر یہ منزل ہے بہت

دور۔



## ﴿ رات کا درد ﴾

اللہ پاک نے دن اور رات بنائے۔ کچھ نعمتیں دن کو عطا کیں اور کچھ با تیں رات کے لئے منقص کر دیں۔ انسان دن کو مختلف کاموں میں لگا رہتا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا:

**إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْعًا طَوِيلًا**

بے شک آپ کے لئے دن میں بہت سی صروفیات ہوتی ہیں (العمل: ۷) جب رات کا آمد ہمرا چھا جاتا ہے۔ انسان کاموں سے فارغ ہوتا ہے تو اُسے دل کے رشتے ناطے یاد آتے ہیں دل کے رشتے کا تعلق درد سے ہے۔ رات ہوتا درد بڑھ جاتا ہے۔ عاشق تاریکی، سنائی اور خلوت کو تلاش کرتے ہیں۔ اہل محبت کو وہ درد بھی پیارا ہوتا ہے۔ عاشق تاریکی اور سنائی کو پسند کرتے ہیں اور عشق کے لئے رات زبردست چیز ہے وہ رات کا انتظار کرتے ہیں۔ دنیا والے سو جاتے ہیں اور وہ اپنے محبوب سے ملاقات کرتے ہیں۔

عاشق ، چور ، فقیر خداوے منگدے گھپھیرا  
اک لکاوے اک لئے اک کہہ گیا سب کچھ تیرا  
طالب صادق بھی رات کا منتظر ہوتا ہے کیونکہ رات کو درد مچتا ہے۔ ماہی بے آب کی طرح سوزا اور پیار بڑھتا ہے۔ ایک عاشق کے لئے بے نابی، بے قراری میں

محبوب کی نگاہ کرم چھپی ہوتی ہے۔ اس لئے اُسے بے قراری بھی محبوب ہوتی ہے۔

بقول اقبال

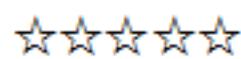
متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی  
مقامِ بندگی دے کرنے لوں شان خداوندی  
محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز پیاری لگتی ہے۔ اُسکے درود یو اُس کے  
آنگن کا دروازہ ہر چیز جس کی نسبت محبوب سے ہوتی ہے وہ پیاری لگتی ہے۔ شام کا  
وقت چونکہ آنے والی رات، آنے والی گھری کا دروازہ ہے۔ اس لئے شام کے وقت کو  
بھی عرفاء اور شعراء نے موضوعِ سخن بنایا ہے۔ رات کے ایک پھر میں کئی کئی باتیں  
ہوتی ہیں۔ انہی باتوں میں ساری راتیں بسر ہوتی ہیں۔ جوں جوں محبوبِ حقیقی سے  
ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ ایسی ہی بجی راتیں اچھی لگتی ہیں۔

نمازیٰ شُخ و یلے

عاشق ہر و یلے

دنیا دار کی ڈیوٹی وقت کے ساتھ ہے۔ اور فقیر کی ڈیوٹی ربط کے ساتھ ہوتی  
ہے اور رات کے لمحے ربط کو بڑھاتے ہیں۔ دنِ مجاہدے میں گزر راتِ مشاہدے کا  
وقت ہے۔ ملاعِ اعلیٰ سے براؤ راستِ ربط و ملاقات کا وقت ہے۔ رحمتِ حق کی آواز پر  
لبیک کا وقت ہے۔ مناجات کا، ملاقات کا وقت ہے۔ ہر ایک کو نوازا جاتا ہے۔ جس  
نے رات کے لمحوں میں محبوب سے ملنے کا مزہ چکھ لیا وہ حبِ دنیا سے نجات پا گیا۔  
رات ہو اور محبوب سے ملاقات ہو۔ ایک فقیر کی جگہ جائے انکشافت ہوتی ہے۔ کیونکہ  
رازو والے کو پالینے سے وہ خود ایک راز بن جاتا ہے۔ پیار والے تو کہتے ہیں۔

تجھے نامہ مر، قسم ہے وہیں دن سے رات کرنا  
 وہ ایک بات پوچھئے تو ہزار بات کرنا  
 کوئی قیام میں رات گزار دیتا ہے۔ کسی کو جدے کی لذت گم رکھتی ہے۔ کوئی  
 اپنے مددار، حق کی تجلیات، اُس کے جلوؤں میں متھیر ہوتا ہے۔  
 کنارہ پانیہں سکتا حقیقت سمندر کی  
 بندہ عقل کیا جانے، حالت کسی کے اندر کی  
 بدلتے ہیں انداز زمانے کے حسن سے محمود  
 وہ منظرِ جمالی ذات ہے صورتِ قلندر کی



## ﴿اولیاء کرام کی اقسام﴾

☆ سالک

☆ مجدوب

☆ قلندر

یہ سب ولایت کے مقام پر فائز ہوتے ہیں، ایک مشترک لفظ وی ان سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ اولیاء کے بارے میں ہر درویش نے اپنے اپنے انداز سے بیان کیا ہے کہ ان میں سے بعض ظاہری کام پر تعینات ہوتے ہیں اور بعض کو صرف باطنی کام کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ سب اللہ کے دوست ہوتے ہیں۔

☆ سالک

راہ سلوک میں رہ کر ظاہری شرع پر عمل کرنے والا سالک کہلاتا ہے۔ یہ شرع پر کار بند رہتا ہے۔ تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو کر طریقت کو عالم کرتا ہے۔ اس کا مقام انتہائی اہم اور اعلیٰ ہے۔ سالک پر تمام کیفیات گزرتی ہیں۔ یہ ہوش میں رہ کر ہوش مندوں کی صحیح تربیت کرتا ہے۔ اس کا سلسلہ ہوتا ہے اور مریدین ہوتے ہیں۔ عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور شریعت اور طریقت کی نئے اُنہیں ان کے میخانوں سے پلاں جاتی ہے۔ سلطے کا معنی اللہ والے سے مل کر اللہ کے راستے کا پیغام چلانا ہے۔

قادر یہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، چشتیہ یہ چاروں سلاسلِ حقہ ہیں۔ اللہ کی محبت کی مے لوگوں کو پلانا، ان کی صحیح تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا سالک کا کام ہے۔ سالک پر ہوش غالب رہتا ہے۔ کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ آپ کو ہوش ہو گا تو ہوش والے کو سمجھا سکیں گے۔ اس کی قدر و منزلت اللہ کے نزدیک بہت ہے اسی لیے اس کا مقام اونچا ہوتا ہے۔

### ☆ مجدوب

جذب شدہ۔ اللہ کی محبت میں جذب شدہ ایسا اللہ کا دوست جو اپنی ذات کی نفی کر کے اسی اللہ کی ذات میں ضم ہو گیا ہو۔ اس پر ظاہری شرع ساقط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شریعت ہوش مند پر لا کو ہوتی ہے۔ یہ ظاہری اعتبار سے بے ہوش ہوتا ہے۔ مجدوب کا نہ تو سلسلہ ہوتا ہے اور نہ ہی مریدین۔ یہ اپنے باطنی اسرار و رموز میں محو و مست رہتا ہے۔ جو اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہوتے ہیں۔ باطنی طور پر مجدوبین کی بعض اوقات مختلف شعبوں میں ڈیوٹیاں لگائی جاتی ہیں۔ کئی مرتبہ حکومتوں کے بننے اور آثار چڑھاؤ میں بھی ان کا عمل خل ہوتا ہے۔ یہ باطنی نظام سنجھاتے ہیں اور ان میں بھی عہد ہوتے ہیں باطنی لحاظ سے۔

بعض بالکل عشق الہی میں غرق ہوتے ہیں اور بعض کی ڈیوٹیاں مختلف جگہوں پر لگائی جاتی ہیں۔ عوام الناس ان پر مطلع نہیں ہو پاتے کیونکہ یہ خود کو عوام سے چھپا کر کھلتے ہیں اور عموماً آیے کام کرتے ہیں جن سے لوگ ان سے دور رہتے ہیں۔ مجدوب مانگنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی کبھی اپنی خواہش نفس سے مانگتا ہے ایک سے لے کر دوسرے کو دے دیتا ہے اسی طرح کسی کے پاس زاد سفر نہ تھا تو مجدوب نے کسی ایک سے لیا اور جس کے پاس زاد سفر نہ تھا اس کو دے دیا۔ ان کا ہر

عمل، ہر حرکت، ہر ہر ادام صلحت سے بھر پور ہوتی ہے۔

**فِعْلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُو عَنِ الْحِكْمَةِ** کے مصدق ان کی ہر بات کے پیچھے کوئی تمثیل ہوتی ہے۔ بعض اوقات غیر متوقع بات کر دے گا۔ کسی کو گالی دے دے گا۔ مگر ہر بات کسی صلحت کی بناء پر ہوتی ہے۔

### ☆ قلندر

مندرجہ بالا لفظوں سے یہ آخذ ہوا کہ سالک اور مجد و ب دنوں کی راہ مختلف ہوتی ہے اگر چہ دنوں محبوب الہی ہوتے ہیں اگر کہیں ایسا ہو کہ یہ دنوں خصوصیات کسی ایک انسان میں مجمع ہو جائیں تو اسے قلندر کہتے ہیں۔ قلندر ہمہ وقت جمال الہی کے جلوؤں میں بھی گم ہوتا ہے اور سالکین کے لیے راہ رو منزل بھی ہوتا ہے۔

کویا قلندر سالک اور مجد و ب دنوں کے مزاج اور کیفیات کا حامل ہوتا ہے۔ سلوک اور جذب کا مجمع ہو جانا۔ دنوں کی خصوصیات کا کسی میں سمجھا ہو جانا۔ قلندریت کا حامل کر دیتا ہے۔ قلندر پر جذب غالب ہو تو کیفیات اور ہوتی ہیں ہوش غالب ہو تو کیفیات اور ہوتی ہیں۔ یہ بھی باہوش اور بھی بے ہوش ہوتا ہے۔ دنوں طرح کی عطا کیں اس پر ہوتی ہیں۔

قلندر کا ایک معنی ”دین و دنیا سے آزاد“ بھی لیا جاتا ہے کہ بعض اوقات جذب کی کیفیات غالب آگئیں تو اہل ظاہر کے نزدیک بے ہوش اور دین و دنیا سے آزاد ہے۔

مفلس کے لئے ہے نہ تو نگر کے لئے ہے  
کونیں کی ہرشے تو قلندر کے لئے ہے  
ایک اور مفہوم کے مطابق قلندر سریانی زبان کا لفظ ہے اور اللہ کے ناموں

میں سے ایک نام ہے۔ جس طرح حُجَّن، رجیم اُس ذات کے نام ہیں۔ اسی طرح قلندر بھی اسماءِ خدا میں سے ہے۔ قلندر کا ایک معنی بُندُر نچانے والا، بھی ہے۔ چونکہ قلندر کی محبت میں دلوں کا قصہ ہوتا ہے تو یہ قصہ کرانے والا قلندر کہلاتا ہے۔

خُلیٰ عل شہباز قلندر کا شہرہ آفاق کلام اُسکی توثیق کرتا ہے

نُبی دا نم کہ آخر چوں دم دیداریِ قصہ مگر نازاں با ایں ذوق کی پُشیں یاریِ قصہ  
قلندر سے ایک مراد ٹکل اندر بھی لیا جاتا ہے۔ کہ عالمین اور ٹکل جہاں اس کے اندر پوشیدہ ہیں کویا قلندر سب کچھ سمجھئے ہوئے ہے۔

### سالک مجذوب:

پہلے سالک تھا، پھر جذب میں چلا گیا، یہ بھی قلندر یہ رنگ ہی ہوتا ہے۔ راوی سلوک کا مسافر جب جذب کی کیفیات بڑھ جانے کی بناء پر حالتِ جذب میں سرگردان ہو جائے تو وہ سالک مجذوب کہلاتے گا۔

### مجذوب سالک:

پہلے مجذوب تھا پھر سالک بنا تو اُسے مجذوب سالک کہتے ہیں۔ فقراء کا نظام بالکل جدا گانہ ہوتا ہے فقیر کے، قلندر کے راز کو پالیتا بہت مشکل ہے۔ کیفیات بدلتی بھی رہتی ہیں۔ حضرت آجیازِ ہادی پیر حضرت سید رسول شاہ خاکی اول میں جذب میں رہتے تھے، حضور غوث الاعظم کے عاشق تھے اور بعد میں سالک بنے۔

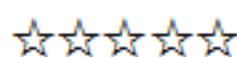
قلندروں میں بھی اپنے اپنے مقام اور مرتبے ہوتے ہیں۔ مختلف مناصب ہوتے ہیں ذمہ داریاں ہوتی ہیں جنہیں وہ با امیر اہمی سر انجام دیتے ہیں۔ قلندریت میں بھی آگے کی طرف بڑھتے رہنے کا سفر ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ خواہ وہ سلوک میں ہو یا جذب میں۔ مردہ سلسلے چاروں اور فقراء کا نظام بالکل الگ تھلگ ہے۔ یہ وحدت

کے قائل ہوتے ہیں۔ بابا بلحے شاہ بھی قلندر یہ مزاج کے تھے۔ شاعری میں بڑی بڑی  
باتیں کہہ گئے اگر نہ میں کہتے تو فتوی لگ جاتا۔

قلندر یہ سلسلہ عشق و مستی کا سلسلہ ہے جو عشق سے شروع ہوتا ہے اور فنا یت  
کی طرف لے جاتا ہے قلندر حقیقی فقیر ہوتا ہے جو اللہ کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ عام لوگ  
زمانے کے مطابق چلتے ہیں اور زمانہ قلندر کے مطابق چلتا ہے۔ قلندر روحانی سیر کرتا  
ہے اور اگر طالب صادق تصور شیخ میں مکمل ہو تو وہ بھی شیخ کے ساتھ روحانی سفر کرتا ہے  
جس طرح موسمیتی سننے سے آنگ بجتے ہیں! اسی طرح ذکرِ اسم ذات کے ساتھ قلندر  
کے آنگ آنگ بجتے ہیں۔ جامِ عشقِ مصطفیٰ کریم ﷺ اور جامِ عشقِ خدا پی کے  
جب مستی آتی ہے تو ایسی حالت کو ”قلندریت“ کہتے ہیں۔

قلندر خود شرابِ عشقِ الہی میں مست ہو کر اس کے راستے پر چلتا ہے اور  
لوگوں کو بھی اس راستے پر لے آتا ہے۔ قلندر پہاڑ بھی ہوتا ہے، ریت بھی، پانی، بصر،  
آگ بھی اس کی حقیقت کو کوئی نہیں پاسکتا۔ یہ اللہ پاک کے رازوں میں سے ایک راز  
ہے۔ قلندر کا کلام علم کاحتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ منجانیب خدا ہوتا ہے۔

آن کو میں الفاظ تو لکھتے ہیں  
ہم کو آئے آواز تو لکھتے ہیں  
لفاظی و تخلیل انہیں ہیں درکار  
ہم ہو کا بجے ساز تو لکھتے ہیں



## ﴿ فقر و غنا ﴾

صاحب فرج بآپنی حقیقت کو پالیتا ہے تو صاحب غنا ہو جاتا ہے۔ فقیر خود تو بھوکا ہے مگر وہ ذات جس سے اُسے نسبت حاصل ہے وہ ذات امیر ہے۔ نسبت کا فیض ملا تو وہ بھی صاحب امارت ہو گیا جس ذات تک پہنچ کر امیر ہوا وہ ذات کبیر ہے۔ فقیر حقیقت میں آلاشِ نفس اور ظاہری خواہشات میں غریب ہے۔ اس کی بھوک اللہ کے پیار کی بھوک ہے وہ ہر لمحے عشق و مسی میں رہتا ہے۔

سیدنا شیخ عبدال قادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

”فقیر اپنے فقر سے اتنی ہی محبت رکھتا ہے جتنی دولت مند اپنی دولت سے رکھتا ہے“  
عوام الناس کے نزدیک دنیاوی نعمتوں کو حاصل کرنا، ان میں کثرت کا مالک ہونا ہنا ہے۔ جبکہ فقراء کے نزدیک اس اصل مالک، نعمتوں والے کو پالیتا غنا ہے اور فقیر ہی درحقیقت غنی ہوتا ہے۔ دنیاوی رزق بے شک اللہ کی نعمت ہے۔ اللہ کی نعمتوں پر شکر نعمتوں کو بڑھانے کا سبب بنتا ہے اور شکر کا مطلب اس نعمت کو اللہ ہی کی راہ میں لگادینا ہے۔ جبکہ فقر پر صبر کا حکم دیا گیا ہے۔ صبر اللہ کا قرب، اس کی محبت، اس کی معیت، اس کی رفاقت، اس کی پیچان عطا کرتا ہے۔

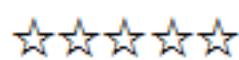
**إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ**

اس انداز سے بھی دیکھیں تو فقیر ہی سب کچھ ہے جو صوفیاء، قلندرؤں اور اہل اللہ کے

پاس ہے اہل دنیا اس سے محروم ہیں۔

غنى کا لفظ اُس بے نیاز رب سچانہ کے ہی شایان شان ہے اس لئے فقراء سب کچھ اُس کی راہ میں لگا کر بھی فقر ہی اختیار کرتے اور پسند کرتے ہیں۔

عوام الناس کی طلب یہ رہے کہ اگر رب تعالیٰ آساب معيشت عطا فرماتا ہے تو اُسی کی عطا ہے اپنی محنت اپنا کمال نہ سمجھیں اور اس سے غافل نہ ہو جائیں۔ اگر رزق میں کشادگی نہ ہو تو حرص و ہوس سے خود کو بچائیں اُس کی مرضی اور رضا پر دل سے اطمینان قلب کو حاصل کریں کہ یہ متاع دنیا اتنی اہم نہیں حقیقی متاع فقط مالک انس و جن سے پیار، اُس کو پالیٹا ہے۔ اپنے فرائض کی ادائیگی اور باطن کی نگہداشت بہت ضروری ہے۔ نفس کی حفاظت کی جائے اور دنیاوی اغراض سے دل کو پاک کیا جائے یہی اصل فقر ہے۔



## ﴿ توسل، استغاثہ ﴾

دنیا دارالاسباب ہے۔ ہمیشہ حقیقی مدد اللہ کی ہی ہوتی ہے۔ اللہ نے ہی وسائل پیدا فرمائے ہیں وہ چاہے تو بغیر وسیلہ کے عطا فرمادے لیکن اس کا اپنا ایک مزاج ہے۔ ہدایت بھی اس نے بندوں کو مرد اور راست نہ دی۔ بلکہ کم و بیش ایک لاکھ چونیں ہزار قریب تریجیج جنہوں نے اس کا پیغام بندوں تک پہنچایا۔

سورۃ النساء میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ہے

**وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَفْسَدُهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُ اللَّهِ**

**وَاسْتَغْفِرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدَ اللَّهَ تَوَابًا رَّحِيمًا**

”اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور چاہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے تو پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں یہاں آ کرو وہ مجھ سے معافی کے طباگار ہوں اور اگر آپ بھی ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں تو وہ اللہ کو پائیں گے معاف کرنے

والا اور رحم کرنے والا۔“ ( النساء : ٤٣ )

کویا اللہ نے خود ہی سمجھا دیا کہ اگر اپنی جان پر ظلم کر بیٹھو، گناہ کر بیٹھو تو میرے محظوظ میں مدد مانگو، تو میں ہی تو ہوں معاف کرنے اور رحم کرنے والا۔

ایک اور جگہ فرمایا:

**وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ مُّؤْخَذٌ**

”بیرون محبوب اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا۔ جو کچھ وہ عطا کرتے ہیں

وہ اللہ ہی کی عطا ہے، اصل وہی ہے۔“ (الجم: ۳)

ایک اور مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

**وَمَا أَتَكُمُ الرَّسُولَ قَخْلُوْهُ وَمَا نَهَّكُمْ عَنْهُ فَاتَّهُوا**

”پس وہ جو کچھ دیں لے لیا کرو اور جس سے منع فرمائیں رُک جایا کرو۔“ (احشر: ۷)

اللہ نے ہر چیز میں سبب رکھا ہے۔ مرض ہوتا ہے تو دواليتے ہیں شفاؤالله

دیتا ہے۔ اسی طرح سوچیں تو ہیرا بھی پتھر ہے مگر ہیرے اور عام پتھر میں فرق ہے۔

عظمت دینے والا اللہ ہے اسی طرح بندوں میں جو اس کے بندے ہیں ان میں اور

عام لوگوں میں فرق ہے پیران پیر غوث العظم دیگر اتنے محبوب بندے ہیں کہ ان

کے نام کے توسل کے باعث لوگ فیضیاب ہوتے ہیں مددِ اللہ ہی کی ہوتی ہے۔

صدقہ رُدِ البلاء ہے۔ اگر کوئی صدقہ دے تو مصیبت، دکھ دور ہوتے ہیں۔

اب کوئی کہے کہ صدقہ رُدِ البلاء کیسے ہو گیا۔ یہ اسبابِ تو اللہ ہی کے عطا کردہ ہیں۔ اور

وہ خود قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ**

”آیمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقریب اور رسائی

کا) وسیلہ تلاش کرو۔“ (المائدہ: ۲۵)

انہیاء بھی کسی وسیلے کے ذریعے دعائیں اور ارجائیں کرتے رہے۔ متعدد

آیات قرآنی اس پر دال ہیں۔ اسی طرح صحابا اور کثیر ائمہ کرام بھی اس کے حضور اس کے نیک بندوں کا وسیلہ پیش کرتے رہے ہیں۔ یہ اللہ کا پسندیدہ اور جائز طریقہ ہے جس کے ذریعے دعا جلدی قبول ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر توسل کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔  
حضرت زکریا کا حضرت مریمؑ کے مجرے میں اس جگہ کا وسیلہ اپناتے ہوئے اولاد کی دعا کرنا۔

**هُنَالِكَ دَعَازَ كَرَيَارِيَةً قَالَ رَبِّ هَبْ لَيْ مِنْ لَذْنُكَ**

**ذُرِيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَا**

حضرت یوسف کی قصہ مبارک کے ذریعے حضرت یعقوبؑ کی بیانی کا واپس آجانا

**إِذْ هَبُوْ يَقْمِيْصِيْ هَدَا فَالْقُوَّةَ عَلَى وَجْهِ أَبِيْ يَأْتِ**

**بَصِيرًاً وَأُتُونِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔**

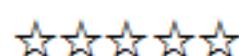
اور اسی طرح کی بیشمار مثالیں قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ دراصل اور حقیقی مستعان اللہ ہی ہوتا ہے۔ بندہ کسی کام کے لئے کسی سے رجوع کرنا ہے تو وہ آئیے ہی ہے جیسے علاج کے لئے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ دم اور تعویذات کے استعمال کیلئے اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ بننا، درحقیقت دنیا میں اللہ ہی کے عطا کردہ اسے اپنے زندگی کو استعمال کرنا ہے۔ اس لئے توسل اور استغاثہ کا عمل اللہ کے نیک مقرب، محبوب بندوں کا وسیلہ ہناتے ہوئے مدد طلب کرنا، دعائیں لگانا، مناجات کرنا، یہ سب اعمال جائز بلکہ پسندیدہ ہیں۔

## ﴿ فکر و خیال ﴾

فکر سے دنیا آباد بھی ہوتی ہے اور برد بھی۔ جو فکر یا رکی طرف سے عطا ہوتا ہے وہی آباد کرتا ہے۔ فکر وہ سوچ اور خیال ہے جو انسان کو یار کی یاد میں گم رکھتا ہے۔ جو ”خیال“ میں رہتا ہے وہ اچھے ”حال“ میں رہتا ہے۔ کہ خیال حال بناتا ہے اور حال صاحب استقبال بناتا ہے۔

متلاشی حق کو کٹھن راہوں سے گز ناپڑتا ہے۔ کیونکہ منزل کی جستجو میں بڑی رکاوٹیں ہوتی ہیں اور یاد رکھنا چاہیے کہ جو خیال کو چھوڑ دیتا ہے اُس کو حال چھوڑ دینا ہے کہ

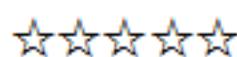
جو ”جیخ“ جاندا اے اودہ ”پا“ جاندا اے  
جب انسان بیعت ہو جائے تو پھر ہر چیز مرشد پر چھوڑ دے اور صرف خیال،  
تصور کو مضبوط کر لے۔ ہر لمحے صرف تصور میں رہے پھر تصور میں جو شے ظاہر ہو اُس کا  
مشاهدہ کرے۔



## ﴿ سکون ﴾

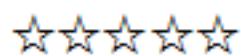
راہ سلوک میں مختلف قسم کی رکاوٹیں آتی ہیں جن کے پس پر وہ طالب صادق کے لئے بہتری ہی ہوتی ہے۔ قلندر کے دربار میں جنگل، پہاڑ، جانور، رجال الغیب غرضیکہ بڑے بڑے تماشے اور حیران کن چیزیں موجود ہوتی ہیں۔

ذکر اللہ باعثِطمینان اور سکون ہے۔ جب ذکر اللہ میں اور قصور شیخ میں طالبِ اتنا ہو جاتا ہے کہ طالب کے بدن میں اور کوئی چیز نہیں رہتی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ یکسو ہے اور اگر طالب یکسوئی میں نہ ہو تو نفس تابع نہیں رہتا۔ جس کے زیر دست نفس ہے اُس کے زیر دست سلطنت ہے اور عجیب بات ہے کہ سکون ہونا ایک لذت ہے تو سکون کو ترک کرنا اُس سے بڑی لذت ہے۔ یہ سب نعمتیں یکسوئی سے نصیب ہوتی ہیں۔



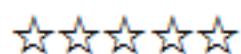
## ﴿ ارادہ ﴾

ہر انسان کا ارادہ ہی اُس کا معیار ہوتا ہے۔ نفس مغلوب ہو،  
 نفس مرد ہو تو ارادہ پختہ ہوتا ہے۔ جب ارادہ پختہ ہو، یقین کامل ہو  
 تو منزل کا حصول مشکل نہیں رہتا۔ خوفِ خدا مدنظر ہو تو انسان  
 غلطی نہیں کرتا۔



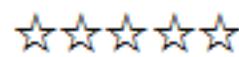
## ﴿ یکسوئی ﴾

ایک کا ہو جانا یکسوئی ہے اور یکسوئی سے آیا ایک ملتا ہے  
 جو ایک بہت بڑے سے ملا دیتا ہے پھر وہ خود ایک  
 فروعِ عظیم بن جاتا ہے۔



## ﴿ عقل ﴾

جب تک بندہ عقل میں رہتا ہے، خراب رہتا ہے۔ جب عقل بندے میں آتی ہے تو  
وہ کامل بنتا ہے۔ کیونکہ بندہ تو تک عقل میں رہتا ہے جب تک اسہاب پر نظر  
رکھتا ہے اور عقل تب بندے میں آتی ہے جب نظر خدا پر رہتی ہے۔



## ﴿ بندگی ﴾

بندہ بندگی کے خول سے نکلا تو بندگی سے گیا اور بندہ اپنے آپ کے  
خول سے نکلا تو بندگی اُس سے گئی۔





## باب دوم

# أَسْرَار

الله سبحانه وتعالى

عشق مصطفى عليه السلام

أولياء الله

إنسان

يقين

مجاهد

مشاهد

ورع

إثمار

يكسوئي

طريقت

معرفت

فنا وبقا

مقام رضا

توكل

رسوائی	◎
مقام حیرت	◎
خودشناشی	◎
صبر	◎
وفا	◎
تقویٰ	◎
ترکیب نفس - تصفیہ قلب	◎
اخلاص	◎
عشق	◎
خلوت شینی	◎
دیدار یار	◎
استغراق	◎
نظر	◎
بے نیازی	◎
تکبر	◎

## أسرار

اہل حق، صوفیاء، قلندر جو بحیر معرفت میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔ وہ جب بات کرتے ہیں تو ان الفاظ، ان جملوں کے پس منظر میں جو جہاں چھپا ہوتا ہے وہ اہل نظر ہی جان سکتے ہیں ان کی گفتگو ان کا ایک ایک جملہ اپنے آمداد انوار الہیہ کے رنگ بھی لئے ہوتا ہے اور اس ایک جملے میں ہی کئی معانی چھپے ہوتے ہیں۔ کویا کوزے میں سمندر بند ہوتا ہے۔ ان خوبصورت باتوں اور انہی بامعنی جملوں کو کبھی اقوال زریں کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی ہیرے جواہرات قرار دیا جاتا ہے۔

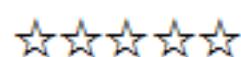
اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اپنے رہنماؤں، داناوں کی باتوں کو محفوظ کیا جاتا ہے اور ان پر عمل کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر زرتشت اور کشم بدھ کے نظریات آج بھی زبر بحث رہتے ہیں۔ ملکری واث، جان ڈیوی، ڈارون، ڈبلیوی اسمیتھ اور ہیکسپیر وغیرہ کی باتیں اب بھی کی جاتی ہیں۔

اسلام ایک مکمل دینِ الہی ہے جس کی بنیاد وحی ﷺ ہے۔ قرآن مجید اور آحادیث رسول مقبول ﷺ میں علم، حکمت، معرفت، حقیقت، سائنس، عالم ارضی، سماشی و فقری، علم ریاضی، ہندسه، زبان و ادب غرضیکہ دُنیا کا کوئی علم ایسا نہیں جس کے متعلق معلومات پا رہنمائی نہ دی گئی ہو۔ اس کے معنی و تفاسیر پر سینکڑوں کتب لکھی گئیں اور قیامت تک لکھی جاتی رہیں گی۔

مولانا روم اور اقبال نے قرآن و احادیث کے معانی و مفہوم کو اپنے انداز سے شاعری کی زبان میں پیش کیا۔ حضور غوث الاعظم اور دیگر صوفیاء کرام نے قرآن و احادیث میں سے اخذ شدہ معرفت کو اپنے انداز سے بیان کیا۔ اور ہمیشہ سے طالبان حق، متلاشیان نور ان باتوں، شعروں، جملوں اور آنوار الہیہ سے اپنے قلب کو منور کرتے رہے ہیں۔

آئیے..... ہم بھی پیر مستوار قلندر کی ان انمول باتوں کو سمجھیں اور اپنے قلب و آذہان کو منور کر لیں۔

امتیاز جاوید خاکوی



## ﴿ اللہ سبحانہ، تعالیٰ، حقیقتِ ابدی ﴾

- ☆ ہر ایک چیز کے ظاہر اور باطن میں اللہ ہی ہے۔
- ☆ ہر چیز کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی تہہ میں پنچیں تو حق پوشیدہ ہے۔
- ☆ انسان کی حقیقت حال یہ ہے کہ حق اس کے اندر پوشیدہ ہے اور یہ غیر حق کی طرف راغب ہے۔
- ☆ جو حق کا شیدا لی جاتا ہے وہی حق کا مظہر جاتا ہے۔
- ☆ بعض لوگوں کی زبان سے الگاظ جاری ہوتے ہیں بعض لوگوں کی زبان سے حق کو یا ہوتا ہے۔ من نمی گوئیم آنا الحق یا رمی گوئید گو
- ☆ جس کے اندر حقیقتِ ابدی کا سورج چمک رہا ہو تو یقیناً اس کی کرنوں سے ایک جہاں مستفیض ہوتا ہے۔
- ☆ حق ایک خوبصورتی مانند ہے کہ اہل حق اس کو سوچ سکتے ہیں۔
- ☆ عام، خاص اور خاص الخاص میں فرق یہ ہے کہ عام حق کو علم کی حد تک جانتے ہیں۔ اور خاص حق کو دیکھ کر جانتے ہیں اور خاص الخاص حق کو پا کر جانتے ہیں۔
- ☆ حق کی شناخت ہو جائے تو یافت ناممکن نہیں رہتی۔
- ☆ حق پیار والوں کا ساتھی ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ عشقِ مصطفیٰ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ ﴾

☆ ایک اچھے مومن کی خاصیت یہ ہے کہ اپنی تمام زندگی کا حصول چاہے عبادات ہوں زہد یا تقویٰ یا تمام تر نیکیوں کی شکل میں ہو اس کو لے کر چوکھ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ پر رکھ دے اور وہاں پر پڑی نعلیں پا ک اٹھا کر سر پر رکھ لے اور سمجھ لے کہ مقصدِ حیات کو پالیا۔

☆ عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی حیات ہے اور منافق کی موت ہے۔

☆ عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ منع علومِ معرفتِ الہیہ ہے۔

☆ عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ عاشق کو واقفِ عرشِ وکری، اوح و قلم بنا دیتا ہے۔

☆ عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ مومن کی تجمیل کا باعث ہے۔

☆ عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ عارف کو سیاحِ لامکاں بنا دیتا ہے۔

☆ حقیقتِ دنیا، حقیقتِ آخرت اور حقیقتِ معرفت یہ ہے کہ عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کا نورِ ان سب میں بکھیر کر آن کو وحدہ لا شریک کا مظہر بنا دیا جائے۔

☆ صحابہؓ نے سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ یہند سے عشق کیا اور آن کے بہترین پیر و کاربنتے کئی سوال بعد بھی سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی امت میں سے اگر کوئی امتی بحر معرفتِ الہی کا غوطہ خور بنا تو اس کا مدد و گار عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ تھا۔

☆ عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ گنہگار کے لئے پیغامِ رحمت اور نیکوکار کے لئے شرف قبولیت اور مستوار کے لئے مستی کا جام ہے۔

☆ عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ اہلِ نظر کا نام، اہلِ باطن کا کام، استوار کرنا ہے اور اہل حق پر سلامتی کی بارش کرنا ہے۔

## ﴿ اولیاء اللہ ﴾

- ☆ اہل حق متأشیانِ حق کے لئے چراغِ حق، مظہرِ نورِ خدا ہوتے ہیں۔
- ☆ اولیاء اللہ خود دوست بن کر اور وہ کو دوست بنادیتے ہیں۔
- ☆ اولیاء اللہ، اللہ کے خزانوں کے جواہرات ہیں۔
- ☆ اولیاء اللہ کے دل اللہ کے آئینے ہیں جن سے طالبانِ حق کو مشاہدہ حق ہونا ہے۔
- ☆ ولی اللہ کی روح اللہ کی ذاکر ہوتی ہے اسی وجہ سے عوامِ الناس کی روحیں بارگاہ اولیاء میں جا کر خوش ہوتی ہیں۔
- ☆ اولیاء اللہ کو وسعت قلبی با امر ربی حاصل ہوتی ہے کہ ہر انسان راغب ہو کر سکونِ قلب حاصل کرتا ہے۔
- ☆ اللہ نے اولیاء اللہ کو دوستی کا مقام عطا کر کے دیگر تمام مخلوقات کو ان کا دوست بنادیا۔
- ☆ ولی کی دوستی عطار کی دوکان کی مانند ہے کہ دوست کو خوبیوں آکر رہے گی۔
- ☆ اللہ کے ولی سے محبتِ خام کو پختہ اور پختہ کو کندن بنادیتی ہے۔
- ☆ اللہ کا ولی صاحبِ علم ہی نہیں صاحبِ اسرار بھی ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ انسان ﴾

- ☆ انسان اگر بھولا ہوا ہو تو نیان سے ہے اور اگر سمجھ جائے تو رحمن سے ہے۔
- ☆ انسان ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کو پڑھنے والا انسان، انسان نہیں رہتا۔
- ☆ انسان ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کو اگر عام شخص پڑھے تو انسان بن جائے خاص پڑھے تو محبت کا جہاں بن جائے اور خاص الخاص پڑھے تو صاحب معرفت رحمان بن جائے۔
- ☆ انسان ایک قلم کی مانند ہے کہ کسی کاتب کے ہاتھ لگ جائے تو بڑی بڑی تاریخ رقم کر دے۔
- ☆ انسان کی محبت میں ایک راز ہے وہ جس انسان پر افشا ہو جائے اُس کو بحر حیرت میں ڈال دیتا ہے۔
- ☆ انسان کے دو روپ ہیں۔ عطا کرنے والا بھی انسان، عطا ہونے والا بھی انسان۔
- ☆ انسان بنا محبت کے نہ جلنے والے چراغ کی مانند ہے۔
- ☆ مجبور انسان کی آہ پر تاشیر ہوتی ہے۔
- ☆ انسان کو جس نے خوش رکھا اس نے اللہ کو خوش رکھا۔
- ☆ تمام انسان موتیوں کی طرح ہیں۔ اگر ایک ہماری میں ہوں تو ہر موتی چمکتا ہے زینت دیتا ہے لیکن اگر اسی ہار سے ایک موتی بھی گر جائے تو نہ چمک رہتی ہے نہ زینت۔

## ﴿ یقین ﴾

☆ یقین بچھتا ہو تو لو ہے کی زنجیر کلوڑ دیتا ہے اور اگر خام ہو تو خود بند کلوڑ دیتا ہے۔

☆ یقین والا بلند یوں پر پرواکرتا ہے، بے یقین نیچے سے دیکھنی نہیں سکتا۔

☆ صاحب یقین اللہ کے رازوں کا رازدار بن کر خود راز بن جاتا ہے۔

☆ یقین حقیقت کا زینہ ہے۔ یقین کی سیرھی پر چڑھ کر حق تک پہنچ سکتے ہیں۔

☆ یقین شریعت کی بنیاد ہے۔ طریقت کی جان ہے۔ معرفت کا زینہ ہے اور حقیقت کی کنجی ہے۔

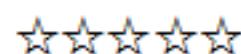
☆ یقین ہو تو پھر سے لے اور بے یقین کے لیے آستان بھی رائیگاں۔

☆ یقین کی کتاب کے حافظ اللہ کے عاشق بن جاتے ہیں۔

☆ یقین وہ کوبر نایاب ہے کہ جس کو حاصل کرنے کے لئے مجاہدات کا سحر بیکراں عبور کرنا پڑتا ہے۔

☆ با یقین بامرا دا اور بے یقین بر باد۔

☆ یقین کا مصدر رُور خدا ہے۔



## ﴿ مجاہدہ ﴾

- ☆ مجاہدہ روح کو بالیدگی بخشتا ہے۔
  - ☆ مجاہدے سے انسان کی تکمیل ہوتی ہے۔
  - ☆ مجاہدہ وہ تھیار ہے جس سے معرفت کے عقدے حل کئے جاتے ہیں۔
  - ☆ مجاہدہ طالب کو سدھار دیتا ہے۔
  - ☆ مجاہدہ روح کے ساتھ ساتھ تن کو بھی راحت دیتا ہے۔
  - ☆ مجاہدہ روح کی بیماریوں کا علاج ہے۔
  - ☆ مجاہدے سے مراد نفس کے خلاف چلنا۔ خواہشات، لذات کو چھوڑ دینا، تمام آرزوؤں تمناؤں کو ترک کرنا، کم سونا، کم کھانا کم بولنا، روزے رکھنا، ریاضت کرنا ہے۔
  - ☆ اختلاطِ خلق سے گریزیہ بھی مجاہدے میں شامل اور وصفِ اولیاء اللہ ہے۔
  - ☆ مجاہدے میں محبت کو اخلاص ملتا ہے۔
  - ☆ مجاہدہ طالب کی جرأت کو اس قدر بلند کر دیتا ہے کہ جب وہ حقیقت آشنا ہو تو روپیت نور کا متحمل ہو جاتا ہے۔
  - ☆ مجاہدہ محبت کا وہ راز ہے جو طالب کو واصل کر دیتا ہے۔
- ☆☆☆☆☆

## ﴿ مشاہدہ ﴾

- ☆ مشاہدے کا نتیجہ مشاہدہ ہے۔
- ☆ مشاہدہ تمنائے درودی طالب ہے۔
- ☆ مشاہدے سے سابقہ علوم بے معنی ہو جاتے ہیں اور دیدار کا نور نصیب ہوتا ہے۔
- ☆ مشاہدہ دیدار عطا کرتا ہے اور صاحب مشاہدہ کو قابل دیدار بنادیتا ہے۔
- ☆ صاحب مشاہدہ سے دیدار کی خوبی آتی ہے۔
- ☆ صاحب مشاہدہ علم سے نہیں عمل سے ہدایت کرتا ہے۔
- ☆ صاحب مشاہدہ کی تقیید باعث علم و رمزِ حقیقت ہے۔
- ☆ مشاہدہ مُنتظر اور طالب مُنتظر ہوتا ہے۔
- ☆ مشاہدہ علم اور عمل سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ محبت کے امتحانات پاس کر لینے سے ہوتا ہے۔
- ☆ مشاہدہ کتابِ دل کا عالم بنادیتا ہے۔
- ☆ مشاہدہ قوتِ قلب کی سیر ہے۔
- ☆ مشاہدہ چونہ طبق کا عالم بنادیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ وَرْع ﴾

- ☆ شریعت پر کامل عمل کرنا ورع ہے۔
- ☆ ورع سے انسان کا کردار درست ہوتا ہے اور اچھے اعمال کرنے کے قابل ہوتا ہے۔
- ☆ نفس کی خواہشات کے الک چلنا ورع ہے۔
- ☆ جب ہر ایک چیز کی آرزو ختم ہو جائے اور اللہ کی آرزو رہ جائے یہ ورع ہے۔
- ☆ ورع سے انسان کی گفتگو میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔
- ☆ ورع خوفِ خدا ہے اور خوفِ خدادانائی کی بنیاد ہے۔
- ☆ فقراء میں سے کوئی فقیر ایسا نہیں جس نے ورع اختیار نہ کی ہو۔
- ☆ ورع خاصہ خاصان خدا ہے۔
- ☆ ورع اختیار کرنے والے سے شیطان خالف رہتا ہے۔
- ☆ ورع بھی مجاہدے کا ایک حصہ ہے۔
- ☆ ورع طریقہ مصطفیٰ ﷺ کے تابع کر دیتی ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ ایشار ﴾

- ☆ آج تک جس نے جو کچھ پایا ہے ایشار سے پایا ہے۔
- ☆ محبت ایشار مانگتی ہے۔
- ☆ ایشار عاشق کا طریقہ ہے۔
- ☆ ایشار مشاہدے کا پیش خیمه ہے۔
- ☆ ایشار طالب کو ایسا حال عطا کرتا ہے کہ جس سے وہ صاحب وصال ہو جاتا ہے۔
- ☆ قرب محبوب کا راز ایشار ہے۔
- ☆ عاشق عزت، مال اور آخر جان تک شارکر کے مقام ایشار پر فائز ہو کر حسن پار کا دیدار پاتا ہے۔
- ☆ ایمان کی کسوئی ایشار ہے۔
- ☆ ایشار سے طالب صاحب ظاہر و باطن بن جاتا ہے۔
- ☆ ایشار مردان خدا کا زیور ہے جس سے آراستہ ہو کروہ تمام عالم میں منفرد بن جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ یکسوئی ﴾

- ☆ یکسوئی طالب کے لئے اتنی ضروری ہے کہ جتنی محبوب کے لئے محبت۔
- ☆ یکسوئی آن ہونی کو ہونے میں تبدیل کر دیتی ہے۔
- ☆ یکسوئی سلطنت فقر میں جانے کی سواری ہے۔
- ☆ یکسوئی معرفت کا راز ہے۔
- ☆ طالب کی یکسوئی اگر مرشد کی طرف ہو تو اس کو مرشد میں ختم کر دیتی ہے۔
- ☆ مرشد کی یکسوئی اگر طالب کی طرف ہو تو اس کے دل کو روشن کر دیتی ہے۔
- ☆ جو یکسو ہو گیا وہ ہر سو ہو گیا۔
- ☆ یکسوئی کے بغیر کوئی آج تک عارف نہ بنا۔
- ☆ یکسوئی مرید کو طالب اور طالب کو محبوب بنادیتی ہے۔
- ☆ یکسوئی بندے کو خدا تک لے جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ طریقت ﴾

- ☆ لفظ طریقت، طریقہ سے ہے۔ طالب حق شریعت کے بعد طریقت میں قدم رکھتا ہے۔
- ☆ صاحب طریقت کو چاہیے کہ قدم طریقت پر ہوا اور نظر شریعت پر ہو۔
- ☆ طریقت میں قدم رکھنے والے نفس پر قبضہ کرتے ہیں اور دل پر محنت کرتے ہیں۔
- ☆ صاحب طریقت مجاہدات سے گزر کر مشاہدہ کا مزہ چکھتے ہیں۔
- ☆ طریقت سفرِ محبت ہے۔
- ☆ طریقت کی انتہا معرفت کی ابتداء ہے۔
- ☆ طریقت کا کل انحصار شیخِ کامل کی توجہ پر ہے۔
- ☆ طریقت میں جس نے صبر کیا اس کو صبر کا میٹھا پھل بطور معرفتِ نصیب ہوا۔
- ☆ طریقت کا جہاں طالب حق پر سخت مگر معرفت کا ثمر دیتا ہے۔
- ☆ طریقت معرفت کا زینہ ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ معرفت ﴾

- ☆ معرفت، شریعت و طریقت کے بعد کا مقام ہے۔
- ☆ معرفت ہی حقیقت ہے۔
- ☆ معرفت میں سارے مقام خذف ہو جاتے ہیں لذتِ آشائی کا سرور غالب رہتا ہے۔
- ☆ عارف کو اللہ پاک اپنے اسرار و رموز سے نواز کر دیگر لوگوں کے لئے شمعِ محبت بنادیتا ہے۔
- ☆ صاحبِ معرفت کو ہر ذرے میں یار کا جلوہ مثل نور چمکتا دکھائی دیتا ہے۔
- ☆ معرفتِ محبت کی معراج ہے۔
- ☆ معرفت میں عارف میں عرفان پی کرتے ہیں گا ان عشقِ الہی کو سیراب کرتا ہے۔
- ☆ صاحبِ معرفت کو تمام علوم پر دسترس حاصل ہوتی ہے۔ وہ قرآن اور حدیث کی روح کو تجھے جاتا ہے۔
- ☆ صاحبِ معرفت کو معرفتِ محمدی ﷺ اعطا ہوتی ہے۔
- ☆ عارف ہی ساز سوز اور درد کو جان سکتا ہے۔ عارف کو محبتوں کا پیغمبر بنادیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ فنا و بقا ﴾

- ☆ فنا ہر چیز کو لازم ہے گر جب ت میں ہو تو کیا ہی کمال ہے۔
- ☆ نفس کی فاروح کو بقا دیتی ہے۔
- ☆ فنا بقا کا زینہ ہے۔
- ☆ فنا علم اور ہوش کو جلا دیتی ہے۔
- ☆ فنا میں رُّتپ نہیں کیسولی ہے۔
- ☆ فنا میں محبت اور محبت دونوں ختم ہو جاتے ہیں محبوب بن جاتا ہے۔
- ☆ بقاء کی لذتیں فنا کی منزل میں چھپی ہوتی ہیں۔
- ☆ فنا کی منزل کا سرور گذشتہ تمام تکالیف کو بھلا دیتا ہے۔
- ☆ فنا رضاۓ محبوب کی مرضی سے ہے۔
- ☆ کلمہ طیبہ فنا و بقا کا پیکر ہے لا إِلَهَ مِنْدُوْلُ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُوْلُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ میں بقا ہے۔
- ☆ إِذَا أَتَمْ الْفَقْرَ فَهُوَ اللَّهُ۔ جب فقر کامل ہو تو وہی اللہ ہے۔
- ☆ فقر کے کامل ہونے سے وجود ظاہری نیست ہوتا ہے اور وجود باطنی ہست ہوتا ہے اور وجود باطنی ہی بقا ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ مقامِ رضا ﴾

- ☆ خاصاً خدا کو اللہ طلب دیتا ہے اور طلب والوں کو محبت اور محبت والوں کو عشق اور عاشق مقامِ رضا پر فائز ہوتا ہے۔
- ☆ رضا فاو بقا پر فائز کرتی ہے۔
- ☆ جس نے اپنی رضا کو رضائے یار پر فدا کیا وہ رضائے یار کا مظہر بن گیا۔
- ☆ رضا محبت کا نجور ہے۔
- ☆ جو راضی بر رضا ہے اس کو سکون قلب اور استقامت کی دولت نصیب ہوتی ہے
- ☆ مقامِ رضا کی منزل میں تین ہتھیار کام آتے ہیں صبر، توکل اور تسلیم۔
- ☆ جو اپنی لفی کرے گا رضا اُس کو اثبات کی شکل میں حاصل ہو جائے گی۔
- ☆ تلاشِ رضا میں علم و حسن گم ہو جاتا ہے۔
- ☆ عشق کا چراغ جل کر روشنی رضا سے لیتا ہے
- ☆ رضا محبوب کے دل کی آواز کا نام ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ توکل ﴾

☆ عام کا توکل اساب کو برائے کارلا کر خدا پر چھوڑنا ہے۔ خاص کا توکل اساب پر سے نظر ہٹا کر یار پر ٹکادینا ہے اور خاص الخاص کا توکل اپنے آپ کو منا کریا رکو بھجنا ہے۔

☆ صاحب توکل کو رزق کا نہیں رازق کا خیال ہوتا ہے۔

☆ صاحب توکل کو اللہ کی بارگاہ سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

☆ صاحب توکل مقامِ توکل پر فائز ہو کر گرویدہ خدا بن جاتا ہے۔

☆ صاحب توکل کے نفس پر عذاب ہوتا ہے اور دل پر بہار۔

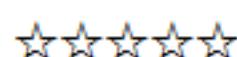
☆ توکل یکسوئی دیتا ہے اور اغیار سے جان چھڑا دیتا ہے۔

☆ توکل سفرِ عشق کا صحراء ہے۔

☆ توکل میں رضا کی خوبیوں چھپی ہوتی ہے۔

☆ متوكل کی نسبت باعث حصولِ محبت باری تعالیٰ ہوتی ہے۔

☆ توکل ایمان کی گسوئی ہے۔



## ﴿ رسوائی ﴾

- ☆ رسوائی میں خدائی ہے۔
- ☆ رسوائی محبت کی نشانی ہے۔
- ☆ جو رسوائی ہو او وہ مقصد سے خالی ہوا۔
- ☆ رسوائی میں عاجزی حاصل ہوتی ہے اور عاجزی میں بڑائی۔
- ☆ عاشق رسوائی ہو کر جستجو میں اور مگن ہو جاتا ہے۔
- ☆ رسوائی صرف عاشق کا انعام ہے۔
- ☆ رسوائی بدناہم تو کرتی ہے مگرنا کام نہیں کرتی۔
- ☆ رسوائی میں رضا ہے اور رضا میں محبوب
- ☆ رسوائی تکبیر کو مٹاتی ہے۔ نفس کو مارتی ہے اور طلب کو زندہ کر دیتی ہے۔
- ☆ محبت کی رسوائی عشق پر فائز کرتی ہے اور عشق کی رسوائی مقامِ فنا پر۔

☆☆☆☆☆

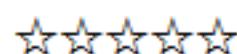
## ﴿ مقام حیرت ﴾

- ☆ طالب، طلب حق میں سرگردان رہتا ہے اور حصول کے بعد تحریر ہو جاتا ہے۔
- ☆ ایک کام اُسی اصول سے ٹھیک اور ایک کام اُسی اصول سے غلط ہو جاتا ہے یہ بات طالب کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔
- ☆ حیرت پیاس ہے اور عشق اُس کا مداروا۔
- ☆ حیرت امتحان نہیں ممتحن ہے۔
- ☆ حیرت حصول نہیں امر ہے۔
- ☆ عارف حیرت میں رہ کر بھی عارف ہی رہتا ہے۔
- ☆ مقام حیرت میں حیرت کو توجہ شیخ سر کر دیتی ہے۔
- ☆ مقام حیرت پر عارف مشاہدہ مظاہر باری تعالیٰ کرتا ہے۔
- ☆ قلندر، مقام حیرت سے آشنا تو ہوتا ہے مگر مقین نہیں ہوتا۔
- ☆ عارف اگر مقام حیرت میں نہ جائے تو یہ حیرت ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ خودشناسی ﴾

- ☆ خودشناسی شیوه عشقی رسول ﷺ ہے۔
- ☆ جس نے اللہ کو شرگ سے قریب جانا وہ خودشناس ہو گیا۔
- ☆ خودشناس کو اللہ کا قرب نہیں وجود عطا ہوتا ہے۔
- ☆ خودشناسی ایک آئسی تار ہے جس کا تعلق کرتا رہے۔
- ☆ اہل محبت محبوب کی طلب میں خودشناس ہو جاتے ہیں۔
- ☆ خودشناسی سے کردار بھی ٹھیک ہو جاتا ہے اور پیار بھی ٹھیک ٹھاک ہو جاتا ہے۔
- ☆ خودشناسی میں زبان بند بھی ہوتی ہے اور لمبی بھی ہوتی ہے۔
- ☆ خودشناسی صمدہ ازاوست میں داخل کر کے ہمہ اواست تک پہنچادیتی ہے۔
- ☆ خودشناس کو ظاہر و باطن دونوں کے رازیں جاتے ہیں۔
- ☆ خودشناس کو ملکیت کلّی کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔



## ﴿ صبر ﴾

- ☆ عطا اور رضا کو بچنا صبر ہے۔
- ☆ صبر عطا کا زینہ ہے یہ دیر عطا کو کھونے میں معاون ہوتا ہے۔
- ☆ صبر سے وفا افشاء ہوتی ہے۔
- ☆ صاحب صبر صاحب مراد ہوتا ہے۔
- ☆ صبر آنیاء اور اولیاء کا احتیار ہے۔
- ☆ انسان کسی کے لئے بے چین ہوا اور وہ نایاب ہوا اس کو یاد کر کے خاموش رہنا صبر ہے۔
- ☆ صبر اور سچ کڑوا ہوتا ہے۔
- ☆ اللہ پاک جب دیکھتا ہے کہ چاہئے والا اُس کا انتظار کرتا ہے اور وہ اپنی طلب میں شرک نہیں کرتا۔ ظاہریت میں کسی چیز کی طلب بھی نہیں لائیے صابر شخص کو وہ ضرور نوازتا ہے۔
- ☆ صبر محبوب اور محبت دونوں کے لئے خوشی کا سبب ہوتا ہے۔
- ☆ صبر کے بے شمار مقامات ہیں۔ سو فیصد صابر صرف سر کار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
- ☆ کوئی جتنا دلیر، اتنا ہی صابر ہوتا ہے۔
- ☆ اللہ کے لئے صبراً و راللہ پر صبراً، صبر کے دو مقام ہیں۔

## ﴿ وفا ﴾

- ☆ وفا عشق کی کسوٹی ہے۔
  - ☆ وفا میں عاشق کی منزل ہے۔
  - ☆ وفا صادق کے ماتھے کا جھومر ہے۔
  - ☆ جس نے کی وفا اُس نے پایا خدا۔
  - ☆ وفا مرد کا شاہکار ہے۔
  - ☆ وفا سے زمانہ اور صاحب زمانہ دونوں مل جاتے ہیں۔
  - ☆ وفا ہی سے بحرِ عشق میں جوش ہے۔
  - ☆ وفا اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کا حق ہے۔
  - ☆ وفا صدقیت والا بیت کی علامت ہے۔
  - ☆ وفا کے حصول میں عاشق معاشوق بن چکا ہوتا ہے۔
  - ☆ وفا حسینیت کا شعار اور بے وفائی بیزید بیت کا شعار ہے۔
  - ☆ وفا سے امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج بھی زندہ اور بے وفائی سے بیزید مرد ہے۔
  - ☆ وفا میں تاج سرداری اور بے وفائی میں در در کی خواری ہے۔
- ☆☆☆☆☆

## ﴿ تقوی ﴾

- ☆ تقوی شریعت کا مغز ہے۔
- ☆ شریعت جب مکمل تن پنج جائے تو تقوی کی برکات ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔
- ☆ شریعت مقامِ فقر میں سے پہلا مقام اور تقوی دوسرا مقام ہے۔
- ☆ تقوی کے معنی ہر ایک چیز سے ذمہ بچا کر محبوب کے لئے چھوڑ دینا ہے۔
- ☆ تقوی میں یکسوئی کاراز ہے۔
- ☆ تقوی میں عبادت کا مزہ کئی گناہ بڑھ جاتا ہے۔
- ☆ تقوی فقیر کا زیور ہے۔
- ☆ متقین کا پھرہ باطن میں مثل آفتاب چلتا ہے۔
- ☆ صاحبِ محبت دراصل صاحبِ تقوی ہی ہوتا ہے۔
- ☆ تقوی عالمِ باطن کا دروازہ ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ تزکیہ نفس، تصفیہ قلب ﴾

- ☆ کوئی فقیر ایسا نہیں گزرا جس نے نفس اور دل پر محنت نہ کی ہو۔
- ☆ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے بغیر نظریہ وحدت کا اطلاق ناممکن ہے۔
- ☆ بھر عرفان میں غوطہ زدن ہونے کے لئے نفس کو ہاتھ میں لے لو۔
- ☆ ضبط نفس میں حضوری مطلوب ہے۔
- ☆ تزکیہ نفس سے نفس یار بنتا ہے اور تصفیہ قلب سے دل یار کا مسکن بن جاتا ہے۔
- ☆ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب روحانیت کے دو بڑے اصول ہیں جن کے حصول کے بغیر آج تک کوئی ولی نہ ہوا۔
- ☆ تزکیہ نفس میں نفس امارہ کی جگہ نفس مطمئنہ لے لیتا ہے تو طہانیت اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ نفس کو کویر مقصود حاصل ہو چکا ہوتا ہے اور تصفیہ قلب کے باعث قلب اس کی تصدیق کرتا ہے۔
- ☆ اگر طالب تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ان دو اصولوں کو ہی صرف اپنالے تو ایک دن منزل خود چل کے اس گھر پر دستک دے گی۔
- ☆ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے باطن کی تمام میل اتر جاتی ہے اور باطن مثل آفتاب چکنے لگتا ہے۔
- ☆ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب انسان کی تمام باطنی یا یاریوں کا علاج ہے۔
- ☆ تزکیہ اور تصفیہ ہو جائے تو یہ اللہ کا نور ہے۔

## ﴿ اخلاص ﴾

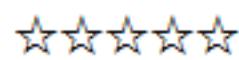
- ☆ اخلاص اخلاق کی زینت ہے۔
- ☆ اخلاص کے بغیر عمل نقش در آب ہیں۔
- ☆ اخلاص ولی کی پہچان ہے۔
- ☆ اخلاص روشن دل کی نشانی ہے۔
- ☆ نبی کریم ﷺ نے اخلاص کی طاقت سے پوری کائنات کو تغیر کیا۔
- ☆ اخلاص نبی پاک ﷺ کے عطا کردہ تحفوں میں سے ایک تحفہ ہے۔
- ☆ جس محبت میں اخلاص نہیں وہ محبت بالفرض ہے۔
- ☆ اخلاص کے لئے عالم اور جاہل برادر ہیں۔
- ☆ کامل انسان کے لئے مغلص خون کے رشتہوں سے قریب اور عزیز ہوتا ہے۔
- ☆ طالب صادق کو اخلاص محبوب کے دل میں بُھا دتا ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ عشق ﴾

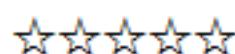
- ☆ عشق دل کی اتھاگہ رائیوں سے اٹھنے والا جذبہ ہے۔
- ☆ عشق کی ابتداء جانا اور انہا سوختہ ہو جانا ہے۔
- ☆ عشق احساس دروں کو عیاں کر دیتا ہے۔
- ☆ ہر ایک چیز کی منزل ہوتی ہے عشق کی منزل عشق ہے۔
- ☆ عشق گرچہ خاموش ہے مگر آواز اُس کی بلند ہے۔
- ☆ عاشق عشق کو محسوس کرتا ہے اور دیکھنے والے مخطوط ہوتے ہیں۔
- ☆ مرض انسان کو اندر سے کھوکھلا کرتا ہے مگر عشق کا مرض باہر سے کھوکھلا کرتا ہے۔
- ☆ عشق دکھوں اور آہوں کا گلدستہ ہے۔
- ☆ کائنات کی ابتداء کا موجب عشق ہے۔
- ☆ اللہ اور اُس کے محبوب ﷺ کے درمیان واسطہ عشق ہے۔
- ☆ عشق عاشق کو معشوق کا مظہر بنادیتا ہے۔
- ☆ عشق انسان کو غلط کر کے صحیح کرنے والا بنا دیتا ہے۔
- ☆ عشق کے "ع" سے مراد ہے کہ عاشق معشوق کے تصور میں "عین" ہو جاتا ہے۔ عشق کا "ش" بتارہا ہے کہ جب عاشق معشوق کے عین ہو جاتا ہے تو اس

کا ”شک“ جل جاتا ہے۔ عشق کا ”ق“ یہ بتارہا ہے کہ جب عاشقِ معشوق کا عین بن کر شک کو جلا دیتا ہے تو پھر اپنی ذاتِ معشوق کی ذات پر ”قربان“ کر دیتا ہے۔



## ﴿ خلوت نشینی ﴾

- ☆ فقیر کے قریب خلوت نشینی موجب وصال یا رہے۔
- ☆ خلوت دوری کے تمام جوابات کو ہٹا کر طالبِ کوفر ہتوں کا ہم جلیس بنادیتی ہے
- ☆ طالب خلوت میں جا کر خلوت سے سرفراز ہو جاتا ہے۔
- ☆ عاشق کے لئے خلوت خوبصورت محبوب ہے۔
- ☆ عشق غالب آجائے تو بھری محفل میں خلوت دے دیتا ہے۔
- ☆ فقیر کے لئے اختلاطِ خلق میں کڑواہٹ اور خلوت میں حلاوت ہے۔
- ☆ خلوت قوتِ تصور کو پختہ کرتی ہے۔
- ☆ خلوت صابر، شاکر اور وصالِ بنادیتی ہے۔
- ☆ خلوتوں میں سے بعض خلوتیں معراج بن جاتی ہیں۔
- ☆ طالبِ صادق جب محبوبِ حقیقی سے ملتا ہے اس وقت خلوت خانہ جلوہ خانہ بن جاتا ہے۔



## ﴿ دیدارِ یار ﴾

- ☆ طالب اپنی ہی ذات میں گم ہو کر دیدار یار سے مشرف ہوتا ہے۔
- ☆ پیار قاصد دیدار یار ہے۔
- ☆ دیدار یار سے طالب صادق کا دل اپنے مدار پر استقامت پکڑ جاتا ہے۔
- ☆ دیدار یار قرار دے کر بے قراری کے پتے ہوئے محram میں پھینک دیتا ہے۔
- ☆ طالب صادق کو ایسی خوشی کبھی نصیب نہیں ہوتی جیسی اُسے دیدار یار کی مستقی عطا کرتی ہے۔
- ☆ فراق میں عاشق کے دل کی کلی بند ہو جاتی ہے جس سے وہ ترپتا ہے لیکن دیدار یار کی پہلی کرن ہی دل کی اُس کلی کو کھلا دیتی ہے۔
- ☆ عاشق صادق جب مخدود دیدار یار ہوتا ہے تو اُس کا آنکھ اُنگ خوبصورت یار سے مہک جاتا ہے۔
- ☆ طالب صادق کی طلب کو کوئی چیز سیراب نہیں کر سکتی۔ دیدار یار ہی اُس کی اصل خوراک ہے۔
- ☆ تشنگانِ عشق دیدار یار سے پیاس بجھاتے ہیں۔
- ☆ دیدار یار میں عاشق کو محبوب کی آنکھیں شراب کے جام بخشتی ہیں۔
- ☆ مخدود دیدار کو بجدہ کب درکار ہے۔

## ﴿ استغراق ﴾

- ☆ جب طالب مراقبہ کرتا ہے اور مراقبے کے اندر مشاهدات کی دنیا میں چلا جاتا ہے تو اس مشاہدے کے اندر بعض اوقات حسن یار کی بھلی میں غرق ہو جاتا ہے، ذوب جاتا ہے جسے استغراق کہتے ہیں۔ اس کا دورانیہ زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔
- ☆ طالب دیدار حسن یار میں اس طرح مست ہو جاتا ہے کہ اسے دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی۔
- ☆ استغراق کا نوجہ غلبہ عشق ہے۔
- ☆ استغراق کے معنی حلاوت حسن یار میں غرق ہونا ہے۔
- ☆ استغراق اللہ کے ہر ولی کو حاصل ہوتا ہے۔
- ☆ استغراق میں فقیر کے درجات بڑھتے ہیں۔
- ☆ استغراق دنیا و عقلی اور ان میں جو کچھ ہے اس سے بے خبر کرتا ہے اور یار سے باخبر کر دیتا ہے۔
- ☆ استغراق وہ ہے ہے جو محظوظ کے دل سے کشید ہو کر طالب کے دل کو پالی جاتی ہے۔
- ☆ استغراق بھی فائیت کا ہی ایک مقام ہے۔
- ☆ استغراق طالب کو مطلوب بنادیتا ہے۔

## ﴿ نظر ﴾

- ☆ نظر سے مراد مرشد کی وہ نظر ہے جو دل کی دنیا بدل دے اُسی کو توجہ کرتے ہیں
- ☆ قلندر انہ نظر وہ نظر ہے کہ اہل نظر کی نظروں کو نظارہ کراؤتی ہے۔
- ☆ کامل کی ایک نظر سے بھٹکنے ہوئے دل آپنی منزل کے راستے کو پالیتے ہیں۔
- ☆ قلندر انہ نظر سے بکھرا ہوا دل سمٹ کر تصویر یار بن جاتا ہے۔
- ☆ اللہ کا کرم فقیر کی نظر میں مضر ہوتا ہے۔
- ☆ نظر دل پر زخم کرتی ہے اور وہ زخم عاشق کے لئے آبِ حیات ہوتا ہے۔
- ☆ محبوب کا دلکش نظر سے دیکھنا عاشق کے دل میں حشر پا کر دیتا ہے۔
- ☆ نظر سے نام بھی بنتا ہے اور کام بھی بنتا ہے۔
- ☆ نظر سے پینے والے سر عرش جیا کرتے ہیں۔
- ☆ فقیر کی ایک نظر لاکھوں دلوں کی روشنی کا موجب بن سکتی ہے۔
- ☆ قلندر کی نظر سے عقل اپنے مقام کو پاتی ہے دل مستی کو پاتا ہے اور روح رقص کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ بے نیازی ﴾

- ☆ جب دوستی بے نیاز سے ہوگی تو اڑاتیا ضرور مرتب ہوں گے۔
- ☆ بے نیاز سے سُنگت ہر ایک سے بُری کر کے شان بے نیازی عطا کرتی ہے
- ☆ دوست میں محیت کا عالم ہی آیا ہوتا ہے کہ فقیر کسی اور سے خبر نہیں رکھتا۔
- ☆ خواہشات ولذات کو چھوڑنا مشکل ہے مگر بے نیاز کی الگت سے۔
- ☆ وہ بے نیاز ہے مگر طالب کی طرف دیکھنا نگاہ نماز سے ہے اور وہ نگاہ طالب کو دیگر مخلوق سے بے نیاز کر دیتی ہے۔
- ☆ دنیادار امراء کا ولد ادہ بننا چاہتا ہے اور فقیر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ڈھونٹ کے باوجود ناپسند کرتا ہے۔
- ☆ جب دل میں یار ہو تو پھر کیوں نہ مخلوق سے دل بیزار ہو۔
- ☆ حسن یار کی شان ہی ایسی ہے کہ ہر حسن اس کے آگے ماند ہے۔
- ☆ جو نگاہ یار کو پسند ہو وہ کیونکر کسی کو محبوب رکھ سکتے ہیں۔
- ☆ فقیر بے نیاز سے محبت رکھ کے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ مگر ہر طالب صادق کے دل میں رہتا ہے۔

☆☆☆☆☆



تکبیر

- ☆ تکبیر وہ زہر ہے جو فقیر کو اعلیٰ مقام سے ہنا کر پستیوں کی نیند سلا دیتا ہے۔
- ☆ تکبیر سے جو بچتا ہے وہ محبوب کے جلووں میں بتتا ہے۔
- ☆ تکبیر فقر کا متصاد ہے۔
- ☆ تکبیر نے شیطان کو قرب سے کرب میں ڈال دیا۔
- ☆ تکبیر کی انتہا ذلت ہے۔
- ☆ تکبیر کا تاج ذلت کے پانی سے دھوایا جاتا ہے۔
- ☆ جو طالب باطنی مقامات دیکھ کر تکبیر سے بیچ گیا، کوئی مقصود اُس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔
- ☆ علم تکبیر میں ڈال کر منزل سے گرا دیتا ہے یعنی گھر کا چپا غ گھر کو جلا دیتا ہے
- ☆ فقیر کا تکبیر دنیا دار کے سامنے موجہ نصیحت ہوتا ہے نہ کہ آپی بڑائی کو ظاہر کرنا
- ☆ تکبیر اللہ کو سزاوار ہے اور بندے کے لئے موجہ سزا۔

☆☆☆☆☆

باب سوم

## القاءِ قلندر

فقیر کاردار ◯

تغیر ◯

نفس ◯

بیعت کی حقیقت ◯

دل زندہ کی شناخت ◯

چار راز ◯

عشق میں امتحان ◯

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین ◯

فوق البشر ◯

بندگی کی حقیقت ◯

حقیقی حب ◯

(طلب، حاصل، محبت، عشق، فنا، بقا، انا، محبوب)

دل ◊

درویش اور فقیر ◊

کتاب دل ◊

ایک چاند ◊

بھول ◊

شجر نور ◊

مغزِ حقیقت ◊

فیض ◊

## الْقَاعِدُونَ

اللہ کریم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

**وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينَ**

”اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کو (آپ کی شان  
کے لائق) مقامِ یقین مل جائے۔“ (الجر : ۹۹)

عبدات اس رنگ سے ہو کہ انسان یقین و عرفان کی بلند یوں کوچھوں لے۔ اللہ پاک  
نے اپنے پیارے محبوب جانِ کائنات ﷺ کے بارے میں فرمایا

**إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ (الْكَوْثَر)**

کوثر کے تفسیری معارف پر غور کریں تو اس سے ایک مراد آپ ﷺ کو  
دنیوی و آخری تمام نعمتوں کا مالک بنادیتا ہے۔ یعنی آپ ﷺ جسے چاہیں، جب  
چاہیں، جس قدر رچا ہیں، عطا فرمادیں۔

”سِنْ میں ایک ایسا نظامِ حیات ہے جو صرف ظاہری روئے و بحود، قیام و قعود،  
بے روح بھوک پیاس کا نام نہیں۔ بلکہ یقین و عرفان، سوز و گداز، پیار و عشق، خشوع و  
خضوع، شرم و حیا، زہد و استغناہ سے مزین ایسے افراد کی تیاری کا نظامِ زندگی ہے جو علم  
و عمل، فہم و بصیرت، تقویٰ و طہارت میں اپنے وقت کے غزالی و روی ہوں۔ جو اپنی  
نورانی قوتی باطنیہ سے عوامِ الناس کے قلوب و نفوس کی مردہ کھیتیوں کو زندہ کر سکیں۔

جن کے فیوض و برکات سے گفتہ قلب و باطن مہک اٹھے۔ جن کے آثارت ہماری ذاتی و اجتماعی زندگی میں دورس تبدیلیاں لاسکیں۔

**حضور پیر صید محمود الحسن شاہ خاکی دامت برکاتہم پیر ان پیر دشگیر حضور غوث الاعظم کے منظور نظر، لاکھوں مردہ دلوں کو زندگی بخشنے والے، شعور ایمانی کی بتاؤ حفاظت کے لئے شب و روز وقف کر دینے والے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کا سا سوز و گداز لیے آئیے ولی کامل اور قلندر ہیں جن کی ہر سانس عشقِ جانِ عالم ﷺ سے معطر و منزہ رہتی ہے۔ جن کی ہر بات اہل نظر پر دنیا نے تصوف کا ایک نیا درکھوتی ہے، عرفانِ الہی کا نیارنگ بخشتی ہے، عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا نور عطا کرتی ہے**

آج جب کہ انسان خلاؤں کو تنجیر کر چکا ہے۔ آپنی تباہی و بر بادی کے ساز و سامان خود ہی بڑی تندی سے تیار کرنے میں مصروف ہے۔ کفر و إلحاد کی آمد ہیاں خرمن ایمان کو جلا رہی ہیں۔ امت مسلمہ پر بیثان حالی اور درماندگی کے آندھے کنوں میں گرنے کو ہے۔ آئیے میں یقین و عرفان کے چہاغوں کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک اور جانِ عالم ﷺ کے عشق و معرفت کے نور کی ضرورت ہے۔ ظلمتوں، تاریکیوں، آندھیروں اور آلاش زدہ اس دور میں مرد و درویش کی ضرورت ہے۔ تن مردہ میں جان ڈالنے والے آپ حیات کی ضرورت ہے۔ مردہ دلوں میں حیاتِ نوڈا لئے کی ضرورت ہے۔ خاک کے ڈھیر میں روح پھونکنے کی ضرورت ہے۔

عارف، قلندر کے دل پر جو خدا کی جانب سے علم لدنی وارد ہوتا ہے۔ اسے إلقا کہتے ہیں اور یہ سچ ہوتا ہے۔ إلقا ع قلندر یقین و عرفان کے وہ موتی ہیں جو مقصود عبادت ہے۔ إلقا ع قلندر ساقی کوثر ﷺ کے عطا کردہ حکمت و معرفت کے جواہر

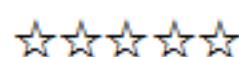
ہیں۔ القاء قلندر آپ حیات کے چند قطرے ہیں۔ القاء قلندر علمِ لدنی کے خزانوں سے چنے گئے ہیرے جواہرات ہیں۔ طالب صادق، عاشقِ حقیقی کی گفتگت ایمان و ایقان کو مہکا دینے والے پھول ہیں۔ القاء قلندر اہل نظر کے لئے سفرِ روحانیت میں زادِ راہ ہیں۔ بقول شاہ قلندر ۔

یہ میں نے بتائے اسرارِ ربیانی ہیں  
کتابوں سے نہیں لیے یادِ زبانی ہیں  
جو طالبِ حق ہیں پھرتے ہیں سرگردان  
وہ ان کو سمجھ لیں یہ حق کی کہانی ہیں

القاء قلندر قبلہ و کعبہ، محبو بنا و مرشدنا شاہ قلندر پیر مستوار کے بتائے گئے وہ رازِ حقیقت ہیں جو قیل و قال میں نہیں، علم کے بے معنی فلسفوں میں نہیں فقط اہل اللہ کے پاس ہوتے ہیں۔ بعض لوگ حق کی باتیں کرتے ہیں اور ہمارے پیر و مرشد کی زبان سے حق کویا ہوتا ہے ۔

پیار و مستقی، خلوتِ محبوب کے مشاہدے میں گم ہو کر پیر و مرشد نے طالبانِ حق کے لئے یہ رازِ معرفت عطا کئے ہیں۔

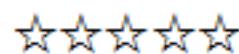
امتیاز جاوید خاکوی



## ﴿ فقیر کا کردار ﴾

فقیر کا کردار جو حقیقت میں تھا یا موجودہ وقت میں روحانیت کا جو سلسلہ ہے  
 با مر الہی بہت کم اور خال خال ہے۔ لیکن اصل میں کردار جو فقیر کا ہونا چاہیے وہ  
 اقامتِ دین کے لئے کام کرنا اور ہمہ وقت کوشش رہنا اور ہمیشہ اسی فکر میں رہنا کہ  
 غلبہ دینِ مصطفیٰ ﷺ ہو۔ یہ پہلا فریضہ ہے فقیر کا اور جب فقیر دینِ مصطفیٰ ﷺ ہو  
 پہاڑے طالب کو پا کر لیتا ہے، چالا لیتا ہے اس کے بعد پھر طریقت کی راہ پر ڈالتا ہے  
 پھر طریقت کے تمام اصولوں پر چلا کے معرفت کی منزل پر لے جاتا ہے اور جب  
 معرفت کی منزلِ نصیب ہو جاتی ہے تو اس کے بعد حقیقت طالب پر آشکار کر دیتا ہے۔  
 یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو بھی اللہ کے فقیر گزرے ہیں، انہوں نے  
 اپنے طالبوں کو شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کی اسی راہ پر چلا یا ہے۔ جو ان  
 چاروں میں سے ایک کا بھی علم نہیں رکھتا اور ان چاروں مقامات کا واقف نہیں وہ ہرگز  
 فقیر نہیں نہیں اس کی بیعت ہے اور نہیں اس کا سلسلہ ہے۔ وہ نام نہاد فقیر ہو سکتا ہے  
 جیسا کہ آج کل عام رواج ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ صحیح راہ اور صحیح مسلک اور صحیح مرشد اختیار کرنے  
 کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمين)



## ﴿ تغیر ﴾

کسی چیز کا فیصلہ ذہن کو ایک نقطہ پر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ مگر فقیر کا عجیب حال ہوتا ہے کہ تغیر و تبدل میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے پھر بھی تمام باعثیں فیصلہ کن ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ روحانیت کے آغاز میں جب تلاشِ حقیقت میں نکتا ہے تو سب سے پہلے اسے بھی ایک نقطہ پر مرکوز ہونا پڑتا ہے، وہ نقطہ شیخ ہے۔ اس نقطہ سے نسبت رسول پاک ﷺ نصیب ہوتی ہے اور اس نسبت پاک سے نسبت وحدہ لا شریک نصیب ہو جاتی ہے۔ چونکہ جب اس کی نسبت ملتی ہے تو پھر صحبت اپنارنگ دیتی ہے۔ اللہ پاک یہ چیز اپنی شان سے عطا کرتا ہے کہ جب وہ ایک جگہ پر متعین نہیں ہے تو اس کی صحبت والا بھی کسی ایک چیز پر مقرر نہیں ہے۔ توجہ اس کے زیر حکم ہے، اسی طرح وہ یہ شان اپنے بندے کو عطا کرتا ہے۔

اہل اللہ تغیرات کی دنیا میں ہمہ وقت محسوس نظر آتے ہیں اُن کی توجہ اسی طرح اُن کے زیر حکم رہتی ہے۔ جبکہ مساوئے فقراء، عام انسان، عالم، فاضل، دانشمند، دانشور، فلسفی اس چیز سے قاصر ہیں۔ اس بات کا حصول ان کے لئے ناممکن ہے یہ اُن کی سوچ سے بھی بالاتر ہے کیونکہ حرکت والی چیز کو اسی لئے حرکت والی کہتے ہیں کہ وہ حرکت میں ہوتی ہے، ایک جگہ پر نہیں ہوتی تو اس لئے یہ تغیر جوان کے لئے تبدیلی ہوتی ہے، اسے سمجھنے سے وہ قاصر ہیں اور اس کا نتیجہ اول الذکر سطور میں آچکا ہے۔

یہ بات حقیقت ہے کہ انسان چار چیزوں کا مرکب ہے، آگ، ہوا، مٹی اور پانی۔ اب ان چاروں اجزاء کے اثرات انسان پر مرتب ہوتے ہیں۔ جب ہر جزو اپنا اثر کرتا ہے تو انسان میں تغیر پیدا ہوتا ہے۔ وہ تغیر یا تو بماری کی شکل یا اس کے مزاج کے بدلنے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اس میں بھی اللہ پاک نے بے شمار راز رکھے ہیں۔ جنہیں طب (نظریہ مفرد اعضا) نے ظاہر بھی کیا ہے اور طبیب ان چاروں اجزاء نے ترکیبی کو مدنظر رکھ کر تشخیص بھی کرتے ہیں اور اس کے مطابق دو ابھی دیتے ہیں۔ یہ تجربیہ ایک عام انسان کی حالت کے مطابق ہے کہ ایک عام انسان میں تغیر چاہے بماری کی شکل میں ہو، چاہے مزاج کے گھونٹنے کی شکل میں ہو، وہ ان چاروں چیزوں کے اثرات سے ہوتا ہے۔ لیکن جب ایک جسم جنم ہے حق کرنے والا اس کو جس کی وہ جسمجو کرتا رہا تھا پالیتا ہے تو اس کی کیفیات اور مزاج بدلنے کے حرکات اور ہو جاتے ہیں۔

چونکہ وہ اس مادی جسم سے نکل چکا ہوتا ہے اور ترکیہ وجود اس کا اصل نقطہ ہوتا ہے، اس وجہ سے وجودی مرکبات اس پر اثر آمد از نہیں ہوتے۔ اس میں تغیر کا سبب، کیفیاتِ روح ہیں کیونکہ اس کی روح اس قدر رپاک اور لطیف بن چکی ہوتی ہے کہ وہ روحانی دنیا کی سیر میں اکثر مصروف رہتی ہے اور ایک واصل بال اللہ شخص کی روح صحبتِ مصطفیٰ کریم ﷺ سے مستفیض ہوتی ہے و دیگر آنہیاء و رسیل کی آرواح سے ملاقات کرتی ہے۔ ملاعِ اعلیٰ کی طرف سیر کرتی ہے۔ عرش و کرسی کی سیر کرتی ہے اور اس سچ عاشق کی روح دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوتی ہے۔ اس کے بعد چونکہ اس کی ڈیوٹی زمین پر زمین والوں کے لئے لگادی جاتی ہے اور وہ رات دن لوگوں کی اصلاح کی خاطر مصروف عمل رہتا ہے اور لوگوں کی اصلاح احوال اس کا مشن بن جاتا

ہے۔ آپ وہ لوگوں میں رہتا بھی ہے اور ان کی اصلاح بھی کرتا ہے لیکن اس کی روحانی سیر اور روحانی مشاغل بدستور جاری رہتے ہیں تو اس عمل کے باعث اس میں روحانی تغیر و تفاوٰ قارون نما ہوتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی یہ کیفیت گھری ماشہ، گھری تولہ کی سی ہوتی ہے۔

بقول شیخ سعدی وہ کہتے ہیں:

”میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ دریا کے اوپر چل رہا تھا اور ایک وقت میں وہ ایک چھوٹے سے نالے میں گرا پڑا تھا۔“

تو عام انسان کا تغیر آگ، ہوا، پانی، ہمیشہ کے اڑات کی بدولت ہے اور ایک روحانی آدمی کا تغیر اس کے روحانی حال کی بدولت ہے۔

یہ باتیں اُن لوگوں کی ہیں جو صاحبِ حقیقت ہیں اور یہ میری باتیں متلاشی حقیقت کے لئے زادِ سفر ہیں سا اور انہا اللہ جب کوئی عارف ان باتوں کا مطالعہ کرے گا تو اپنی معرفت میں نشہ محسوس کرے گا اور جب کوئی طالبِ معرفت مطالعہ کرے گا تو اپنے دل کے اندر معرفت کو چمکتا ہوا پائے گا۔ یہ باتیں لعل و جواہرات سے بھی بیش قیمت ہیں کہ یہ جو ہری سے بھی نہیں ملتیں۔ بڑے سے بڑے بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں پائی جاتیں بلکہ جو ہری اور بادشاہ ان باتوں کے محتاج پائے گئے ہیں۔

جو اہلِ عقل ہو گا، ان باتوں کا مطالعہ کر کے اہلِ دل بن جائے گا۔ اگر ان باتوں کا اہلِ دل مطالعہ کرے گا تو وہ دل والوں کا رہنماء بن جائے گا۔ خدا تعالیٰ اگر توفیق دے تو یہ بہت بڑا گنج ہے، بہت بڑا خزانہ ہے اگر اسے پڑھ کر سمجھ سکیں تو دنیا اور آخرت خاص کر باطن سورج کی طرح چمکدار بن جائے گا۔

## ﴿ نفس ﴾

کسی بزرگ کا قول ہے کہ شیطان نفس کا وزیر ہے یعنی نفس کو وہ مختلف انواع و اقسام کے مشورے دیتا ہے اور اتنے زیادہ مشوروں سے کہیں نہ کہیں نفس مرعوب ہو جاتا ہے۔ لہذا جب نفس مرعوب ہو جاتا ہے تو مکمل طور پر شیطان کا پیروکار بن جاتا ہے۔ پھر وہ قدم قدم پہ انسان کو دھوکہ دیتا ہے اور حکمتِ عملی ایسی ہوتی ہے کہ ہر وقت انسان اُسے پر کھینچ سکتا۔ بعد میں افسوس کرتا ہے اور محض آہ و بکا کے کچھ ہاتھ نہیں آتا لیکن اگر درویش اپنے نفس پر نظر رکھے اور ہر فحل میں سمجھنے کی کوشش کرے کہ حتیٰ کہ خیال تک ذہن آئے اُس پر غور کرے کہ یہ کوئی نفسانی تقاضا تو نہیں ہے پس اگر سمجھے کہ نفسانی تقاضا ہے تو اُس کے الٹ عمل کرے۔

اس سوچ سے اگر درویش نفس کے الٹ چلتا ہے تو وہ دل کے فیصلوں کے قریب ہو جاتا ہے اور دل میں یقیناً طالبِ کوشاخ کی طرف سے القا کر دیا جاتا ہے۔ لہذا دل کے فیصلے درست ہوتے ہیں، بشرطیکہ دل کوشاخ کی جانب سے ذکر بھی عطا کر دیا گیا ہو اور تصویرِ شیخ مکمل طور پر وارد ہو چکا ہو۔ ایسا طالب کبھی شیطان کے جال میں نہ پہنچے گا اور نفس کی قید سے ہر وقت آزاد رہے گا۔



## ﴿ بیعت کی حقیقت ﴾

بیعت لفظ "جع" سے ہے، جس کا معنی ہے فروخت ہو جانا، بک جانا۔

چیسا کہ حدیث میں ہے:

مُؤْتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا

”مرجانے سے پہلے مر جاؤ۔“

بیعت ہونے کا مفہوم میرے نزدیک یہی ہے کہ مرنے سے پہلے اپنی خواہشاتِ نفسانی کو مار دیا جائے۔ وہ مرتا یہی ہے کہ جب انسان انتہائی تلاش کے بعد مرشد کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر اسے چاہیے کہ اُسکی محبت میں فنا ہو جائے۔ یہ ایک موت ہوئی تو جو آنے والی موت ہے، جس موت سے یہ عالم ختم ہوتا ہے اور عالم برزخ شروع ہوتا ہے، وہ دوسری موت ہے جو حقیقی اور اُسیل ہے اور سب کو آئے گی۔

تو اس دوسری موت سے ہر کوئی ڈرتا ہے اور بچنے کی تدبیر کرتا ہے۔ خواہ ہزار سال ہو یا جتنی ہو اور اسے پڑھی ہے مگر بچنے کی تدبیر اختیار کرتا رہتا ہے۔ لیکن اس مرنے سے پہلے جو یہ موت مر گیا (جس کی وضاحت اور پر ہو چکی ہے) پھر یہ موت اس موت کی پرواہ نہیں ہونے دیتی۔

بابا بابھے شاہ نے اسی لیے فرمایا تھا

کورپیا کوئی ہور بله ہے شاہ اس اس مرناس نا ہیں

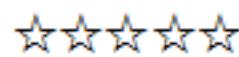
کو یا مرنے سے پہلے مرنے کا جو تصور حدیث میں ملتا ہے، وہ یہی ہے کہ فنا فی الشیخ  
ہونے کے ساتھ ہی نفس فنا ہو جاتا ہے۔ یہ ثابت ہوا کہ نفس کا مرنا فنا فی الشیخ کا مر ہون  
منت ہے یعنی محبت شیخ میں مرنے کے برادر ہے۔ فنا فی الشیخ جو ہوا اس کے نفس کی  
موت واقع ہوئی۔ مرنے سے پہلے مرنے کا مفہوم یہی ہے۔ فنا فی الشیخ کا نفس خود  
مرتا ہے اور جس کا نفس مر جاتا ہے اُسے حقیقی موت کی پرواہ نہیں  
رہتی۔

یوں بیعت کا ثابت ہونا اس حدیث سے ثابت ہے۔ پہلا مرنا یعنی مرنے  
سے پہلے مرنافس کی موت ہے۔ یہ موت واقع نہیں ہو سکتی جب تک کہ رہنمائی و رہنمای  
میرنہ ہوا اور ان سب کے لئے مرشد کا ہونا ضروری ہے۔ مرشد کو پکڑ لیا تو اس کی  
مطابقت ضروری ہے اور یہ بغیر محبت کے کبھی نہیں ہو سکتی۔ تو نتیجہ یہ ہے کہ جو محبت شیخ  
میں فنا ہو گیا اس طرح اس کا نفس فنا ہو گیا اور وہ فنا فی الشیخ کے مقام پر پہنچ گیا۔ اس  
طرح بیعت کی حقیقت فقط اتنی ہے۔

ہر کام کے لئے استاد کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح حقیقت کی راہ کے لئے  
بھی رہنمایا کا ہونا ضروری ہے۔ حضور ﷺ کی نسبت میں جو بیٹھے اس نسبت نے  
انہیں صحابہؓ بنادیا اور ان میں تمام کردار محمد ﷺ موجود تھا اور صحابہؓ نے سر کار ﷺ کی  
بیعت کی تو ان میں وہ کردار آگیا اور اللہ کے تمام احکامات صحابہؓ تک آگئے۔ اسی  
طرح بیعت در بیعت یہ سلسلہ جاری رہا اور صحابہؓ کا کردار ان کے جانشین تک  
آگیا۔ اس طرح وہ وصف رسول ﷺ آپؐ سے لے کر صحابہؓ تک نمونہ بنتا ہے۔

تو بیعت ضروری ہے اس لئے کہ طریقہ اسلام کا تمام طریقہ شیخ سے لے  
اور نسبت در بیعت جو سلسلہ بنتا ہے اللہ اور رسول ﷺ تک پہنچتا ہے اور جو کچھ اسے

ملتا ہے وہ اللہ اور رسول ﷺ سے اس کے مرشد تک پہنچتا ہے اور طالب کو اپنا حصہ  
ملتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس کے علاوہ بیعت کا مفہوم اور کچھ نہیں ہے۔



## ﴿ دل زندہ کی شناخت ﴾

دل وہ ہے جو ہم وقت اپنے یار کی یاد سے آباد رہے اور مساوی محظوظ  
کے دراصل تصور دل میں نہ آئے۔ بقول مولانا رومی

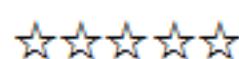
دل بدست آور کہ حج اکبر است  
آزہزاداں کعبہ یک دل بہتر است  
کعبہ بہ نگاہ طلیل آذر است  
دل گزرگاہ جلیل اکبر است

کہ ہزار کعبوں سے ایک دل بہتر ہے۔ مراد وہ دل ہے جس میں تصور  
محبوب پختہ ہو جاتا ہے اور جس میں یہ ہے وہی گزرگاہ جلیل اکبر ہے۔ تو جو دل گزرگاہ  
جلیل اکبر ہوا کرنا ہے اس دل سے آواز بھی جلیل اکبر کی ہی نکلا کرتی ہے۔ کیونکہ  
اس دل کی ہر ہڑکن اس جلیل اکبر کے نام کا آلاپتی رہتی ہے۔ یہی پہچان ہے دل  
زندہ کی۔

دل زندہ ہونے سے پہلے ممکن ہے تم نفس کی مان رہے ہو، یعنی بغیر دل زندہ  
کے انسان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ دل کی مان رہا ہے یا نفس کی۔ طالب کو چاہیے کہ  
ہم وقت تصورِ شیخ میں رہ کر ذکرِ خفی میں رہے اور اسم ذات کا تصور اس قدر پختہ ہو  
جائے کہ وہ اس کی آنکھوں، دماغ، دل میں، دونوں ہاتھوں، دونوں ہنگوں میں،

پورے بدن میں سما جائے اور واضح نظر آئے۔ پھر پیشک اُس کا بولنا، اللہ کا بولنا، اُس کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا اور اُس کا سننا اللہ کا سننا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے  
 ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو میرا ہو جاتا ہے، میں اُس کا ہو جاتا ہوں،  
 میں اُس کی آنکھیں، ہاتھ، پاؤں، دل، دماغ بن جاتا ہوں، پھر  
 اُس کا دیکھنا میرا دیکھنا ہے، اُس کا بولنا میرا بولنا ہے، اُس کا سننا میرا  
 سننا ہے، اُس کا چلنامیرا چلنے ہے۔“

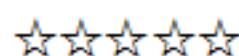
اصل بات ”دل کی زندگی“ کی ہے۔ اگر اللہ پاک یہ زندگی عطا کر دے تو پھر کوئی علم انسان کی دسترس سے باہر نہیں رہتا اور کوئی ایسی چیز نہیں پہچتی جو اُس کی تغیر سے باہر ہو۔ جس کے دل میں اللہ کا نام آباد ہو جاتا ہے، تمام جہان پھر اُس کے زیر امر آ جاتا ہے۔ یہ روحانیت کی اصل ہے۔ جو کچھ بھی ہے اللہ کے ذکر میں ہے اور وہ ذکر شیخ کامل بتاتا ہے اور شیخ کامل سے طالب صادق ہی لیتا ہے۔ طالب صادق ہو اور شیخ کامل ہو تو پھر سُنگت کا مزہ آتا ہے۔



## ﴿ چار راز ﴾

اِمْ اَعْظَمُ، لِيَلَةُ الْقَدْرِ، جَمِيعُهُ كَيْ پُوشِيدَه سَاعَتُ، فَقِيرٌ، يَهْ چاروں رَازَ ہیں۔ اُن کی حَقِيقَتُ تِبَّ وَاضْعَحُ ہوگی جب انسان مِرْهَدِ کامل کے زیر درس رہ کر طالب صادق بنے اور مکمل محبت شیخ میں فنا ہو جائے۔ اس کے بعد اس کو ان چار چیزوں کے راز سے آگاہی ہوگی۔ بنا توجہ شیخ یہ بہت محال اور ناممکن ہے۔

جب صحیح اور اصل معنوں میں محبت شیخ دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو اپنے آخر بے مثال سے اور طاقت لازوال سے اغیار کی محبت کو تباہ کر دیتی ہے اور جس محبت کا یہ جزو ہے یعنی محبت محمدی ﷺ اس تک پہنچا دیتی ہے اور وہ محبت محمدی ﷺ جس محبت کا جزو ہے یعنی محبت اللہ اُس تک پہنچا دیتی ہے۔ یوں طالب فنا کا مقام حاصل کر کے بقا کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ پھر اس خوبصورے ذات کو تمام جہانوں میں بکھیر دیتا ہے اور لاکھوں کروڑوں طالبانِ حق اس سے مستفیض ہو کر اپنے دلوں کو جگگاتے ہیں۔



## ﴿ عشق میں امتحان ﴾

عشق ایک مرتبے کا نام ہے۔ عشق وہ مرتبہ عطا کرتا ہے کہ ظاہری کوئی مرتبہ اس مرتبے کے شایانِ شان نہیں ہو سکتا۔ تمام ظاہری مرتبوں کو یہ فنا کر دیتا ہے۔ جب کسی ظاہری مرتبے کو حاصل کیا جاتا ہے مثلاً پہلی جماعت سے دوسری جماعت کا مرتبہ حاصل کیا جاتا ہے تو امتحان پہلی جماعت کا ہوتا ہے اور مرتبہ دوسری جماعت کا ملتا ہے۔ اسی طرح دوسری سے تیری اور اسی طرح سے پائری کے مرتبے کا امتحان ہو گا تو پائری کا مرتبہ پائے گا اور جب مذل کے مرتبے کا ہو گا تو ہائی اور پھر اسی طرح ہائی سے اگلی جماعتوں میں پہنچ گا۔ توہر جماعت کا امتحان اس درجے کی نوعیت کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ چونکہ یہ تو ظاہری درجات کا سلسہ ہے اور عشق کا درجہ ان سے اعلیٰ ہے اور تمام ظاہری درجوں کو فنا کر دینے والا ہے اور اس وجہ سے اس کا امتحان سب سے سخت اور سب سے بڑا ہو گا اور تب جا کے عشق کے درجے پر کوئی شخص فائز ہو گا۔

سوال یہ تھا کہ عشق کا امتحان کیوں ضروری ہے۔ تو جب ان چھوٹے درجات کو پانے کے لئے امتحان ضروری ہے جن کی وقعت عشق کے آگے کچھ بھی نہیں ہے تو اتنے بڑے درجے کو حاصل کرنے کے لئے کیا امتحان ضروری نہیں ہے۔ درجہ عشق، مقامِ عشق فقط وہیں تک محدود نہیں رکھتا، بلکہ مقامِ رضاپا فائز کر کے محبوب حقیقی تک جاتا ہے۔ تو وصال یا رکیلے آتشِ عشق کا ہونا لازم ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ علم ایقین ، عین ایقین ، حق ایقین ﴾

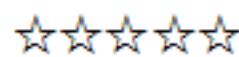
علم کا معنی ہے جانا۔ یقین کا معنی ہے کسی ایک نقطہ پر جم جانا مکمل یکسوئی کے ساتھ۔ اس (علم) کی مثال یوں ہے کہ ایک گھر ابے دور پڑا ہے۔ فقط یہ علم ہے کہ اس میں پانی ہے۔ اس کو آنکھوں سے پاس جا کر نہیں دیکھا۔ فقط علم کی حد تک ہے اس میں کوئی اور چیز ہو سکتی ہے۔ فقط جاننے کی حد تک معلوم ہونا، یہ علم ایقین ہے کہ اس میں پانی ہے۔ جب زدیک جا کر اس کو آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اس میں پانی ہے تو یہ عین ایقین بن گیا۔ لیکن مکمل بات اب بھی نہیں کہ دیگر ماماتعات پانی سے ممااثک رکھتی ہیں کہ وہ پانی کی طرح ہوتی ہیں۔ مگر دیکھنے سے یہ پتہ چلا کہ کوئی مائع ہے اور پانی بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب اس کو چکھ لیا پھر مکمل یقین ہو گیا کہ یہ واقعیت پانی ہے اسے حق ایقین کہتے ہیں۔ یقین تو پہلے بھی تھا جاننے کی حد تک، دیکھ کر بھی مکمل نہ ہوا، مگر جب اس کو چکھ لیا، ذائقہ محسوس ہو گیا جاننے کا حق ادا ہوا تو حق ایقین بن گیا۔

جب مرشد کے متعلق طالب کے ذہن میں خیال پیدا ہوتا ہے تو یہ علم ایقین ہوا۔ بارگاہ مرشد میں حاضری سے عین ایقین ملتا ہے اور مطابقت کر کے اس کی محبت میں فنا ہو جاتا ہے تو جس کی محبت میں فنا ہو جائے تو اس ذات میں گم ہو کر اس کا مزہ چکھ لیتا ہے تو یہ حق ایقین ہوا۔

ای طرح احادیث اور سیرۃ الرسول ﷺ سے آپ ﷺ کے متعلق علم ایقین حاصل ہوتا ہے اور پھر توجہ شیخ سے زیارت النبی ﷺ ہوتی ہے تو عین ایقین

بن جاتا ہے۔ عین اليقین اس پر بتا ہے جو پڑھا اور دیکھا ہو۔ پھر مثل سابق جیسا کہ پہلے وہ فنا فی الشیخ ہوا تھا، اسی طرح وہ فنا فی الرسول ﷺ ہو جاتا ہے اور پھر اس ذاتِ عالیٰ ﷺ کا فیضِ خاص اُسے نصیب ہوتا ہے۔ اس فیض کا مزہ چکھتے ہی اُسے حقِ اليقین حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی پڑھا، دیکھا اور فیض نصیب ہوا۔

اللہ کے متعلق جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا سن کر علم کی حد تک یقین ہوتا ہے۔ پھر جب طالب پہلی دونوں منازل طے کر کے مرشد و رسول ﷺ میں فنا ہو جاتا ہے تو اس کو دیدارِ تعالیٰ بھی نصیب ہوتا ہے۔ یہ عین اليقین بن جاتا ہے اور پھر جب فنا فی اللہ ہوتا ہے تو اپنی ذات کو ختم کر دیتا ہے اور اللہ کی ذات کا وجود اس پر وا رد ہو جاتا ہے، غالب ہو جاتا ہے یوں وہ اس کی محبت کا مزہ چکھتا ہے۔ اس طرح اس کو حقِ اليقین نصیب ہوتا ہے اور وہ بقا کی منزل پا کر سب سے اعلیٰ منزل پر فائز ہو جاتا ہے۔



## ﴿ فوق البشر ﴾

الله تعالى نے قرآن مجید میں فرمایا  
 تِلْكَ الرَّسُولُ فَضَلَّنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (ابقر: ٢٥٣)  
 ”یہ رسول (جو ہم نے مبوحہ فرمائے) ہم نے ان میں  
 سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔“

یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار خبراء میں مگر سب پر فوقيت آتا ہے ملکیت کو نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن لوگوں کو نسبت ہوئی اہل بیت و صحابہؓ تھے ان کو دیگر انسانوں پر فوقيت حاصل ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء کرام کو دیگر بینی نوع انسانی پر فوقيت حاصل ہوئی۔ جو شخص اپنے نفس کو مٹا دیتا ہے اپنی ذات کو مٹا دیتا ہے وہ لباس بشر میں تو رہتا ہے مگر تمام انسانیت پر اللہ اس کو فوقيت عطا کرتا ہے۔

جس نے نفس کو ختم کیا، تقویٰ اختریار کیا، اللہ کی معرفت کو پالیا۔ اللہ پاک کی طرف سے اس کو فوقيت بشر عطا ہو جاتی ہے۔ جب انسان نفس پر کنڑول کرتا ہے اس کی روح و دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ دل کی آنکھیں کھلتی ہیں روح زندہ ہوتی ہے تو اس کی باطنی طاقتیں اُجاگر ہوتی ہیں۔ اس کا چلناء، پھرنا، بولنا کچھ اور معنی رکھتا ہے۔ یہ سب فطرت کے تمام تقاضوں سے بہت کے ہوتا ہے۔ انسانی فہم و ادراک اس کو نہیں پہنچ سکتا۔ آنے والے حالات اس کے قلب پر ملکشیف ہوتے ہیں وہ صاحب کشف ہو جاتا ہے۔ دیگر انسانوں کے راز اس پر کھل جاتے ہیں۔ جس طرف توجہ کرے وہ

حقیقت سمجھ لیتا ہے اور اس کو ایک خاص باطنی قوت نصیب ہوتی ہے۔  
 یہی وجہ ہے کہ جب کسی مر قلندر نے اپنے نفس کو چھوڑ کر تقویٰ اختیار کر کے  
 اللہ کی معرفت حاصل کی اور جب اس کو تمام لوگوں پر فوقيت عطا کر دی گئی تو آب آگروہ  
 کسی دشوارگزار مقام، جنگل میں بھی بیٹھ گیا تو لوگ جو ق در جو ق فقط اس کی زیارت کو  
 پہنچتے ہیں وہ یقیناً کوئی مافوق الفطرت شے بن گیا کہ یہ فطرت میں تو ایسا ممکن نہیں کہ  
 انسان کسی خطرناک مقام پر دشوار راستے سے جائے۔ لیکن لوگ آج تک ایسی شخصیات  
 کے پاس جاتے ہیں۔ ایسی شخصیات ہی فوق البشر اور مافوق الفطرت ہیں۔

”الْفَ أَللَّهُ جَلِيلٌ وَّيْدِي بُوئُلِي مَرْشِدُكُنْ مِيرَے وَوْجِ لَائِي مُخُوٰ۔“

میں تین چیزیں ہیں۔ فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول ﷺ اور فنا فی اللہ۔ طالب  
 ذکرِ اللہ ہو کرتا رہے اسی ذات کا نقش دل پر مضبوط کرتا رہے تو پھر خوبیوں نے لگتی  
 ہے اور وہ ہے چھپے دی بوئی۔ چھپے کے پھول میں پانچ پیتاں ہوتی ہیں۔ اللہ اس سے  
 بنتا ہے پانچوں کلیوں سے اور یہی بیچتی کی خوبیوں ہے۔

ایہہ راہ نجیں ہر جوگی اس دی طرز عجیب اے  
 اس تھی کچھ نجیں تکیا جاندا امیراے یا غریب اے  
 سمجھیں یارنوں سب توں اُتے تو مُحَمَّدٌ  
 اپنے آپ نوں ماریے تم ہوندا یار نصیب اے  
 یہ لا الہ کی تفسیر ہے۔۔۔ اپنے آپ کو ختم کیا تمام موجودات کو ختم کیا۔ الا  
 اللہ۔۔۔ تو پھر خود میں اور تمام موجودات میں اللہ کا نور اڑا آیا۔

محمد الرَّسُولُ اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ..... حضور ﷺ سے رحمت نصیب ہو  
 گئی۔ کویا کچھ نہیں۔۔۔ اللہ ہے اور اس کے محبوب ﷺ کی رحمت پاک ہے۔ اس  
 تصور کے ساتھ کلمہ پڑھنا عین فقر ہے۔

☆☆☆☆☆

## ﴿ بندگی کی حقیقت ﴾

پہلے انسان خدا کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر اس کو اپنے محبوب بندے کے بندوں میں شامل کیا۔ جب وہ محبوب بندوں سے مل جاتا ہے تو اس کو بھی شانِ محبویت عطا کر دیتا ہے یوں بندگی کے برناوی سے محبویت کا برنا و شروع ہو جاتا ہے۔ محبویت میں صاحب راز ہو جاتا ہے۔ اُدھر بندگی میں یہ ہے کہ بندہ ہوں، بندہ ہوں اور اُدھر یہ ہے کہ میں ہی ہوں، میں ہی ہوں۔

**الذِّي عَلِمَ بِالْقَلْمَنِ عَلِمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ** (اعلٰٰ: ۵۰)

لکھنے کو کیا کیا نہیں ہے۔ ہر چیز کو لکھنا، یہ لکھنے والے کا کام ہے، ہر کوئی کام اپنی مرضی سے کرنا چاہتا ہے اور اس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا کہ نہیں ہے انسان کے لئے مگر سوائے جتنی اس نے کوشش کی۔ یعنی ہماری کوشش کے ناتھ ہمارے کام رکھ دیئے گئے ہیں لیسَ لِإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى جتنی کوشش کرتے ہیں، تقریباً اُتنا ہی پالیتے ہیں۔ مگر کبھی اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ قادر اللہ کی ذات ہے اور ہر چیز اس کے ناتھ ہے۔ انسان ذات سے مل کے کچھ قدرت کا نور حاصل کرتا ہے، کچھ صفات سے نسبت کر کے قدرت کا نور حاصل کرتا ہے تو چونکہ لکھنے والا کیا کیا نہیں لکھ سکتا مگر ہر لکھنے والا شاید مرضی کے مطابق نہ لکھ سکے مگر مندرجہ بالاطریقة جو میں نے بیان کیا ہے اس سے لکھنے میں بہت سی چیزیں آسکتی ہیں۔

اُب بات یہ ہے کہ جو کچھ ایک انسان لکھ رہا ہوتا ہے وہ دراصل خود سے نہیں لکھ رہا ہوتا، لکھے میں سے لکھ رہا ہوتا ہے۔ چونکہ پہلے قدرت نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ہر چیز کے علم کے مطابق لکھ دیا ہے۔ تو چونکہ جو کچھ ہوتا ہے یا لکھنا ہے تو یہ تو پہلے ہی لکھا جا چکا ہے اب لکھنے والا جو کچھ لکھتا ہے، سابقہ تحریر سے لکھتا ہے۔ اسی وجہ سے جب ایک لکھنے والا کسی مضمون کو پیش کرتا ہے تو وہ بہت سے لوگوں کے لئے نئی چیز کا لکھنا ہوتا ہے۔ اس طرح مختلف قسم کے لکھنے والوں سے بہت سے نئے مضمون اور علوم سامنے آتے ہیں جو ہمارے لئے تو نئے ہیں۔ چونکہ وہ علم تو پہلے سے موجود ہے اور اسے ظاہر ہونا ہوتا ہے اب لکھنے والا لکھتا ہے تو وہ علوم ظاہر ہوتا ہے اور آشکار ہوتا ہے اور یقیناً جو طلب رکھتے ہیں آشکار بھی انہی پر ہوتا ہے۔

ایک لکھنے والے سے بہت سارے لوگوں کو بہت سی مقدار میں علوم حاصل ہو گئے حالانکہ اس نے لکھے سے لکھا تھا۔ اب جس نے سب کچھ لکھا ہے اور اس سب کچھ لکھے کی دلیل قرآنِ کریم ہے۔ اس کے ساتھ دوستی کتنی زیادہ دل کو سکون دیتی ہو گی اور کتنے علوم کا لکھنا دیتی ہو گی۔ کتنی قدر تیس ایسے شخص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہوں گی اور اس سے کتنے لوگوں کو نفع ہو گا اس کی مثال وہ اللہ کے ساتھ دوستی کرنے والے بندے ہیں، جن کو حیات ظاہری سے گزرے ہوئے سینکڑوں سال گزر گئے ہیں، آج بھی ان کے مزار روشن، چمکدار ہیں، حیات باطنی کے ساتھ یہ لوگ زندہ ہیں اور لوگوں کی قسم کے فضیلے اچھے انداز میں لکھ رہے ہیں۔ یہ اس کی قدرت کاملہ ہے جو سب کی تقدیر کا لکھنے والا ہے۔ اس کی دوستی سے اس کا دوست سب کے لئے اچھا لکھنے کا حامل بن جاتا ہے۔

یہ بارہ میں نے دیکھا ہے کہ تقدیر سے بخوبی لوگ ایسے اللہ کے دوستوں کے پاس آ کر اپنا لکھا درست کرواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ لکھے کو اچھا لکھ

سکے۔ دیے تو اس کی ہر لمحیٰ ہوئی چیز آچھی ہے کیونکہ محبوب پا گلنہیں ہوتا۔ لیکن بعض لوگوں کی تقدیر میں سختیاں اور عذاب ہوتے ہیں تو اللہ کا بندہ اللہ کے بندوں کے یہ احوال دیکھ کر پریشان ہوتا ہے اور ان کے لئے دعا کرتا ہے کہ یہ بندے تو اللہ ہی کے ہیں پھر ان پر شکری کیوں ہے۔ حالانکہ وہ شکری اُن کو منجانب رب العزت ہی ہوتی ہے۔ اس اللہ کے بندے پر جوانعامات ہوتے ہیں اور جو اس کو کیفیات میسر ہوتی ہیں ان باطنی توجہات سے وہ ایسے مصیبت زدہ لوگوں کے احوال کو بدلتا ہے۔ یہ اللہ ہی کی مد ہوتی ہے جو وہ اپنے بندے سے دیگر بندوں کے لئے ظاہر کرتا ہے۔

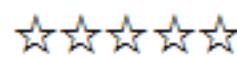
رب کی تقدیر کا ایک اور مظہر میں نے یہ دیکھا کہ ایک سچ کی قسمت میں کیا لکھا ہے کہ میں اس کو دیکھتا ہوں، ایک بے جان لکڑی، پتھر یا دھات کی طرح یعنی بے جان سائکڑا محسوس ہوتا ہے۔ جب اس کو بو دیا جاتا ہے تو اس سے ایک پودا لکھتا ہے۔ اب اس سچ کی قسمت میں یہ لکھا تھا کہ بے جان لکڑی پتھر کی طرح ہے۔ جب کسی مرد کے ہاتھ لگا اس نے بو دیا۔ وہ پودے کی شکل میں زمین سے غمودار ہوا۔ یعنی جب اس نے آنکھ کھولی تو وہ نہما منا چھوٹا سا پوادا تھا۔ اب اس کی آبیاری اُسی مرد کے نیرنگرانی ہوتی رہی۔ اب جو بڑا ہوا تو کائن چھانٹ ہوئی۔ اب اس کی قسمت میں کائن چھانٹ لکھی تھی۔ اب وہ اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ سایہ دے گا تو قدرت نے لکھا تھا کہ وہ سایہ دے گا اور اس کے نیچے بندے بیٹھ کر راحت و سکون محسوس کرتے ہیں۔ اب ان بندوں کی قسمت میں رب نے یہ راحت و سکون لکھا تھا لیکن اس درخت کے نیچے بیٹھ کر لکھا تھا اور کہیں نہیں مل سکتا تھا۔

اگر سوچا جائے تو سکون دینے والی تو اللہ کی ذات پاک ہے۔ اب اس ذات پاک نے دو کام لکھے۔ ایک یہ کہ ان بندوں کی قسمت میں سکون لکھا دوسرا یہ کہ اس درخت کے ویلے سے لکھا کہ ان کو سکون تو میسر ہو گا مگر اس درخت کے سامنے

میں آکر ہو گا۔ تو اسی طرح وہ جس کے لئے اپنی شناسائی لکھتا ہے تو اسی کے لئے ایک ایسے مردِ کامل کا سایہ بھی لکھ دیا کہ وہ شخص اس کی شناسائی حاصل کرنے کے لئے اس مردِ کامل کے سامنے تلے آتا اور اس سے شناسائی حاصل ہوتی اور اس سے تب جا کر سکون و قرار نصیب ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا قرار تو حق تعالیٰ نے شناسائی میں لکھا تھا اور حق تعالیٰ کی شناسائی اُس مردِ کامل کے سامنے میں لکھی تھی اور مردِ کامل کا سایہ اُس مرد کی قسمت میں لکھا تھا۔ تو میں یہ دیکھتا ہوں کہ وہ لکھے کا دینا تو ہے مگر اس لکھے کو اپنے اپنے انداز میں لکھ کے دیتا ہے۔

فقیر نے آج تک کسی سے زیادتی نہیں کی۔ جو یہ سمجھتا ہے میرے ساتھ زیادتی ہے وہ زیادتی نہیں دراصل اس کی اپنی کم نسلی ہے۔ محبتِ الہی کی طرف بلانے والے ہی اصل محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اصل محبت جو ہے وہ اعلیٰ چیز ہے۔ اس میں کھوٹ نہیں ہوتا اور اس میں کسی قسم کی غلاظت نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں سے خرابی کی کیسے توقع ہو سکتی ہے۔ محبتِ الہی کو تقسیم کرنے والے اصل ہوتے ہیں اور نایاب ہوتے ہیں۔ کیونکہ عامِ انسان کا ظرفِ اتنا نہیں ہے کہ ان کو پہچان سکے۔

یہی فقیر کا ظرف ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ ظرف ہو کر کم ظرف سے پیار کرتا ہے۔ کیونکہ کم ظرف کی اعلیٰ ظرف کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہوتی اور اس طرح وہ بے وفائی کرتا ہے۔ ان کم ظرفوں میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ حالانکہ بات یہی ہوتی ہے کہ وہ فقیر جیسا ظرفِ خود ہی نہیں رکھتے اور ان کی اپنی کم ظرفی ان کے اوپر غالب آجائی ہے۔ وہ فقیر کی بے وفائی نہیں، دراصل ان کی اپنی کم ظرفی ہوتی ہے۔



## ﴿ حقیقی حب ﴾

ہر ایک کو اپنے محبوب پہنچا رہتا ہے۔ حسن محبوب کا طالب ہر عشق والا ہوتا ہے اور رخ محبوب کو دیکھ کر دل کی اتحاد گہرائیوں میں ہر عاشق سکون محسوس کرتا ہے۔ تظریف محبوب کا متلاشی ہونا ہر عاشق کا شیوه ہے۔ الغرض ہر ایک عاشق اپنی جسارت کے مطابق اپنے محبوب کا خواستگار ہوتا ہے اور اس کی چاہت کو دل میں لئے پھرنا ہے کہ اس کا محبوب اس سے خوش ہو جائے۔ الغفت محبوب کو پانا ہر عاشق کا آخری اور سب سے بڑا دعا ہے۔ لیکن مزہ تب ہے کہ جب محبوب معجود ہو۔ پھر قلندر نے دیکھا ہے کہ رات دن عجیب کیفیات باطن مکشف ہوتی رہتی ہیں۔

حقیقی حب بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ حقیقی حب کی ایک مثال یوں بھی ہے کہ ایک عاشق کو سگنار کیا جا رہا تھا اور اسے کوئی فکر نہ تھی۔ (اگر اصل حب ہے محبت ہے تو اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ فکر کو دور کرتی ہے اور ایک فکر میں بند کر دیتی ہے۔ کیونکہ وہ ایسی فکر ہوتی ہے کہ اس فکر میں عاشق کو راحت و سرت نصیب ہوتی ہے اور وہ خوشی باطنی ہوتی ہے۔ اس خوشی کے ظاہری اثرات فکر کا سامنا ہے اور وہ خون بہہ رہا تھا وہ شدید رُخْمی ہو رہا تھا اور اس کے جسم کے ٹکڑے اڑ رہے تھے لیکن وہ اُس سے مس نہ ہوا۔ بہت سارے لوگ حیران ہوئے کہ یہ کیا ماجرا

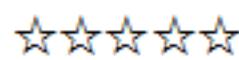
ہے۔ ایک خلافِ عادت بات ہے کہ انسان کو تکلیف ہوا اور اس میں کوئی آثار غم و غصے کے پیدا نہ ہوں اور وہ بدستورِ مطمئن نظر آئے۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے کہ تجھ پر آڑنہیں کسی چیز کا۔ اس نے کہا کہ میرا یا مریرے سامنے ہے میری توجہ اس میں ہے۔ اس وجہ سے مجھے کسی اور چیز کا آڑنہیں۔

خنی لعل شہباز قلندر کا یہ شہرہ آفاق کلام اسی کیفیت کا آئینہ دار ہے  
نمی دام کہ آخر چوں دم دیداریِ قرصم مگر زال بایں زوقی کہ پوش پاری قرصم  
اس واقعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جس وقت طالب مطلوب میں ضم ہو  
جائے تو مطلوب کا مکمل آڑ لہتا ہے۔ دنیا و ما فیہا کی کوئی خبر نہیں رہتی اور کسی تکلیف کا آڑ  
نہیں ہوتا اور کوئی درد اس پر حاوی نہیں ہوتا اور کوئی بھی ظاہری آڑ اسے پریشان نہیں  
کر سکتا۔ کیونکہ وہ اپنے یار میں اس قد رمحو ہے کہ اس کی کیفیات اپنے وجود میں دیکھ رہا  
ہوتا ہے۔

جو سنگار ہو رہا تھا اس کا محبوب اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ اس قدر اس  
میں غرق ہو گیا تھا کہ اسے لگنے والے پتھروں کا آڑ نہ تھا کیونکہ اس کا محبوب اس پر  
وارد الوجود تھا۔ چونکہ اس نے اپنے وجود کی نقشی کی ہوئی تھی اور وجود یا رکن غائب کر لیا تھا  
۔ اس کا یار سامنے کھڑا تھا تو اس وجہ سے اسے کوئی تکلیف نہ تھی کیونکہ اس کے یار کا  
وجود اس پر غائب آگیا تھا۔ اب اس کے جسم کو کاٹو، لکھوئے لکھوئے کرو، جلاو، تب بھی  
اسے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ وہ تو پہلے ہی اپنے وجود کی نقشی کر چکا ہے اور وجود یا رکن کو پا گیا  
ہے۔

یہی صورتِ حالِ حقیقت کی زندگی میں ہے کہ فقیرِ کاملِ مجاہدے کے بعد  
مشابہے میں پڑتا ہے تو یار اس کا اس کے لئے عیاں ہو جاتا ہے۔ اسے بھی عشقِ

کامل کے باعث یہ منزل نصیب ہوتی ہے۔ فقیر بھی اپنی ذات کی نفعی کرتا ہے اور ذاتی وحدہ لاشریک کو اپنے تن اور من پر وا رکرتا ہے۔ فقیر کے ساتھ بھی چاہے جو کچھ ہو یہ ایک سچا عاشق ہوتا ہے یہ بھی پرواہ نہیں جانتا۔ اس پر بھی عکسِ جمال یار ہوتا ہے۔ یار کی خاطر قربان ہونا عشق میں سب سے بڑا مقام ہے۔ فقیر کے لئے یہ عامی بات ہے۔ عاشقِ مولا کے لئے بڑی بات ہے وہ وقتِ محبویت ہے چاہے وہ اس جہان میں ہو یا چاہے اس جہان میں ہو۔ قلندر کے لئے دونوں جہان کیماں ہیں اور قلندر کی اعلیٰ منزل ہمہ وقت استغراقی یار ہے۔



## ﴿ دل ﴾

حضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ

**فَلْبِ الْمُؤْمِنُ عَرْشِ اللَّهِ تَعَالَى  
مُؤْمِنُ کا دل اللہ کا عرش ہے۔**

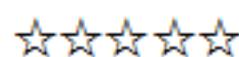
بات یہ ہے کہ ڈاکٹر اسے پہنچ میں کہتے ہیں کہ یہ خون شریانوں سے رکوں میں اور رکوں سے شریانوں میں پھپ کرنا ہے تو اب یہ عرش کیسے ہے۔ ایک انسان اور اس کے اندر مٹھی بھر کوشت کا لہذا۔ جس کے بارے میں دنیا کا ہر ڈاکٹر کہے گا کہ جب یہ پہنچ میں بند ہو جائے گی تو انسان مر جائے گا۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس کے بند ہونے سے انسانی جسم کا ایک بہت بڑا حصہ بند ہو جاتا ہے۔ اس کی پوری مشینزی کا کام بند ہو جاتا ہے۔ اس نے ڈاکٹروں کے مطابق انسان مر جاتا ہے تو جب جدید ریسرچ کے مطابق دل ایک پہنچ میں ہے تو اس دل کے پہنچ کرنے سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے جسے ہم دھڑکن کہتے ہیں۔ وہ آواز بند ہونے سے دوسرے لفظوں میں انسان مر جاتا ہے۔

پتہ یہ چلا کہ وہ آواز ہی انسان کی حیات ہے۔ حیات کیا ہے۔ حیات وہ ہے جس کے جانے سے روح چلا جاتا ہے۔ تو پتہ یہ چلا کہ حیات اور روح ایک چیز ہیں۔ اب روح کیا ہے جو انسان کو حیات بخش رہا ہے۔

روح کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيٍّ

روح میراً امر ہے۔ اب امر کیا ہے۔ اللہ کے منہ سے نکلی ہوئی آواز کا نام ہے امر۔ پڑھ یہ چلا کہ حیات گئی، روح گئی، اللہ کی آواز گئی اس بندے سے توباتی بندہ مردہ رہ گیا۔ ثابت یہ ہوا کہ انسان کے دل کی آواز جانے سے حیات گئی، روح گئی اور ایک اللہ کا امر اس بندے سے نکل گیا جو آواز کی شکل میں تھا تو اس سے ہمیں یہ حقیقی نتیجہ حاصل ہو گیا کہ اللہ کی ذات انسانی دل میں دل کی دھڑکن کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ چونکہ روح اس کا امر ہے اور امر کا معنی ہے اللہ کی آواز تو وہ آواز انسان کے دل کی دھڑکن کی آواز کی پکار ہے۔ تو جب وہ دل کی آواز بند ہوئی تو وہ تباہی بند ہوئی جب وہ اللہ کی آواز جو روح کی شکل میں موجود تھی اس سے جدا ہو گئی تو اسی وجہ سے کہ اللہ کا عرش دل کو کہا گیا ہے، جہاں اللہ کی آواز موجود ہے وہی تو عرش ہے۔



## ﴿ درویش اور فقیر ﴾

درویش دونظوں سے مل کر بنا ہے ” ”ور ” ” جس کا معنی ہے موتی اور ” ”ولیش ” ” جس کا معنی ہے بکھیرنا۔ ایسی بات لکھنے والا، بتانے والا جس سے معرفت کے پچ موتی بکھر جائیں اور جہاں بکھریں وہاں صرف معرفت ہی نہیں بلکہ معرفت کا گلستان آباہ وجائے اُسے درویش کہتے ہیں۔

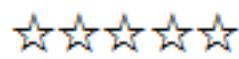
بقول سلطان با ہو ، ” ”ورولیش بن ، درویش نہ بن۔ ” ”  
اس کا مطلب یہ ہے کہ درویش کا کام ہے کہ معرفت کے موتی کو یعنی جو اس نے بکھیرنا ہے طالب کے دل میں ماہندگزار نچاہو کر دے۔

درویشی، فقیری یا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور ان دونوں لفظوں میں سارے جہاں پوشیدہ ہیں۔ یعنی جو درویش ہوتا ہے، درویشی حاصل کرنے کے بعد اُس کی منزل فقیری ہوتی ہے اور آگے فقراء کے بہت سارے مقامات ہیں۔ صوفیائے کرام میں جو وجہ بندی ہے۔ ” قَضَلَنَا بِعَضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ” کے مطابق بعض فقیر ان مقامات سے بری ہوتے ہیں۔ یعنی عاشق فقیر کا مرتبہ سب سے اوپر چاہے۔

بقول سلطان با ہو ” ”مغوث قطب رہن اُریے عاشق جان اُگیرے خو۔ ” ”  
میرے ذہن میں ایک ایسی کتاب ہے جو مافق الفطرت ہے اور فقیر کا کلام

واقعی مافوق الفطرت ہوتا ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ فقیر کو فقیر ہی سمجھتا اور جانتا ہے۔ سمجھنا آسان، جاننا مشکل ہے۔ سمجھنا فقط ذہن کی حد تک اور جانا دل سے نہیں بلکہ نفس، قلب، روح، رمز، خفی، اور انھی تک ہوتا ہے۔ تو فقیر کو فقیر اس لئے سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ فقیر نفس، قلب، روح، رمز، خفی، اور انھی سے جب تک واقف نہ ہو جائے، تب تک وہ فقیر نہیں ہوتا۔ وہی بات کہ درویش نہیں ہوتا، درپیش ہوتا ہے جو درست کئے کی مانند سرگردان رہتا ہے۔

بس فقرا کو پہلے مجاہدہ اس کے بعد مشاہدہ پھر حضوری نصیب ہوتی ہے جو کسی شیخ کامل کی نظرِ خاص اور توجہِ خاص کے بغیر مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔



## ﴿ کتابِ دل ﴾

جب دل کی کتاب بھلتی ہے تو اس کی ایک ایک سطر میں ہزاروں جہاں نظر آتے ہیں اور اس کے ایک ایک لفظ پر ہزاروں اہل دل رقص کرتے ہیں۔ ان کے اس رقص میں ہزاروں وجود انضمر ہوتے ہیں اور اس وجود میں ہزاروں قربتیں چھپی ہوتی ہیں اور ان کی اس ایک قربت میں ہزاروں پیار کے سمندر چھپے ہوتے ہیں۔

جب کوئی صاحبِ باطن اس سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے تو ہزاروں جواہرات کو دیکھتا ہے۔

کبھی آیا بھی ہوتا ہے کہ اس کرشمہ قدرت میں صاحبِ باطن آیا فنا ہوتا ہے کہ ملاقاتِ نصیب ہو جاتی ہے اور اس ملاقات سے کروڑ ہا سکون پاتا ہے۔ اس سکون کی صرف ایک کیفیت سے اس کلیے عرش سے لے کر تختِ اثر میں تک تمام اشیاء کو سکون بخشنے والا بنا دیا جاتا ہے۔ یہ رحمت کی ایک شان ہے اور یہ اس رحمت اللعالمین ملکیت ہے۔ آگے انسان خود سوچ لے کہ جو بے شمار جہانوں کے لئے رحمت بنا دیا گیا ہو۔ ان کی رحمتوں کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے اور کون کر سکتا ہے ہاں لیکن یہ اس وقت ممکن ہے، جب کسی قدر بآثر کا اثر ہو جائے اور اس سے پھر دل کی کتاب گھملے جائے۔

## ﴿ ایک چاند ﴾

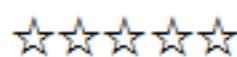
چاند کئی طرح کے نمودار ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ کوئی چاند  
رمضان کا ہے تو کوئی ذی الحجه کا نمودار ہوتا ہے۔ اسی طرح سال میں کئی اور چاند بھی  
نمودار ہوتے ہیں۔ کسی کے لئے کوئی چاند خوشی لاتا ہے کسی کے لیے کوئی چاند غنی  
لاتا ہے۔ پھر ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ ہر عاشق اپنے محبوب کو چاند سے تشویہ دیتا  
ہے۔ کوئی محبوب بطور استعارہ چاند استعمال کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ چاند پر چھائیاں  
ہیں اور میرے محبوب کا چہرہ صاف ہے۔ ہر حال چاند کو محبت میں بڑا اہم کردار  
حاصل ہے۔

اسی طرح ایک عاشق نے ہم سے کہا شاید کل رمضان ہو جائے پھر کہا کہ کل  
رمضان ہونے ہو، میں آج آپ کی شکل میں چاند نظر آگیا ہے ہمارا تو رمضان شروع ہو  
گیا ہے۔ یہ ان کا پیار بول رہا تھا کیونکہ کبھی کبھی پیار انسان کے دل میں ظاہر ہوتا ہے،  
کبھی اس کے ذہن میں ظاہر ہوتا ہے، کبھی زبان پر نمودار ہوتا ہے، کبھی آنکھوں میں  
جھلکتا ہے اور کبھی چہرے پر عیاں ہوتا ہے۔ ہر حال یہ اس بندے کے پیار کی  
علامت تھی کہ اس نے یہ فقرہ کہا کہ چاند نظر آگیا ہے کل سے ہمارا رمضان شروع ہو گیا  
ہے۔

ہم نے کہا جو اس چاند کو دیکھتا ہے اس کو پھر ایک ماہ نہیں ایک سال نہیں بلکہ

عمر بھر کا روزہ رکھنا ہوتا ہے۔ وہ جب ساری عمر کا روزہ رکھ لیتا ہے اور اس طرح اس کی عمر تمام ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس کی عید شروع ہو جاتی ہے پھر وہ اگلی ساری عمر عید ہی کرتا رہتا ہے۔

ایک انداز آن کا تھا اپنے پیار کو ظاہر کرنے کا اور ہمارا ایک انداز تھا اپنے پیار کو ظاہر کرنے کا۔ ہمارے پیار کو بھانے کیلئے ایک دن، مہینہ، سال نہیں بلکہ اس میں عمریں لگائی پڑتی ہیں۔ روزے سے مراد یہ ہے کہ ہر طرح کا روزہ رکھنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ جب پیار ہو جائے تو پھر جس سے پیار ہوا سی میں انسان خشم ہو جائے۔ روزے سے مراد یہی ہے کہ ہر طرح کا روزہ رکھے۔ ہر بات کا روزہ رکھے، ہر کام کا روزہ رکھے، دیگر ہر محبت کا روزہ رکھے، ہر چاہت کا روزہ رکھے، ہر خواہش کا روزہ رکھے، ہر لذت کا، ہر سکون کا روزہ رکھے، ہر تمنا کا روزہ رکھے اور یہ سلسلہ ساری عمر یا کی خاطر قائم رکھے۔ اسی طرح جب اس کی عمر بیت جائے گی تو وہ عید اس طرح کرے گا کہ وصالی یا رأس کو نصیب ہو گا اور پھر یا رکے یا رکا وصال اسکا مقدار ہو گا۔ اس طرح تمام ابدی زندگی اس کی ایک نہیں ہزاروں عیدیں ہوتی رہیں گی۔ اس طرح سے وہ مقصد حیات بھی پائے گا اور مقصد حیات بعد از ممات بھی پائے گا اور عشق کے سروکی انتہا کے لمحات بھی پائے گا۔



## ﴿ بھول ﴾

بھول کیا ہے، یہ نقطہ میرے ذہن میں کوئی خارہا۔ ایک دن بھولے سے بھول کی بھول نکل گئی۔ دراصل جب تک انسان اپنے آپ سے بھولا رہتا ہے تو ہمیشہ بھول بھیلوں کا شکار رہتا ہے۔ جب اپنی بھول کو بھول جاتا ہے اُس دن وہ جان جاتا ہے کہ میں آج تک بہت بڑی بھول کا شکار رہا ہوں۔

ایک خاص نقطہ یہ ہے کہ حقیقت میں انسان اور بھول کا چوپانی دامن کا ساتھ ہے۔ انسان کی آفرینیش جس انسان سے ہوئی وہ انسان بھی ایک بھول کا شکار ہوا اگرچہ وہ نادانستہ ہوا اور امریبی کے ماتحت تھا اور اُس دفعہ کے انسانوں کو بھول سے دور کھا جاتا ہے مگر اُس انسان کو بھلانا اللہ پاک کا خاص راز تھا۔

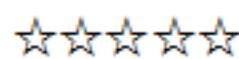
اس بھول کو میں بھول نہیں کہتا ایک راز کہتا ہوں۔ شاید بھول میں بھی راز رکھ دیا تھا اللہ نے اور اُس دن سے آج تک یہ بھول انسان کا مقدر بن گئی ہے۔ جب تک یہ بھولا رہتا ہے تب تک عام انسان رہتا ہے۔ جب یہ بھول کو بھول جاتا ہے تو پھر خاص انسانوں میں اُس کا شمار ہونے لگتا ہے۔ پہلے انسان کی بھول چونکہ رازِ خدا تھی اور اس بھول میں اللہ نے جو راز رکھا تھا وہ اُس کی اپنی حقیقت ہی کا راز تھا۔ وہ حقیقت ایک نور کے پیکر میں بند کر سب سے پہلے انسان کی پشت میں رکھ دیا تھا۔ پھر اُس عظیم انسان نے اس امانت کو محفوظ رکھا اور پھر اسے آنے والی نسل انسانی میں منتقل

کر دیا۔

پتہ یہ چلا کہ بھول ایک راز ہے جو آج کے انسان کی بھول میں بھی مضر ہے  
کہ وہ جب تک خود کو بھول کے دنیا میں بٹتا ہے، تب تک وہ سراسر بھول ہی بھول ہے  
اور جب وہ دنیا کو بھول جاتا ہے تو پھر یہ سمجھیے کہ صبح کا بھولا ہوا اگر شام کو گھر آجائے  
تو اُس کو بھولا ہوا نہیں کہتے۔ یہ تو اُس کی وقتی اور عارضی بھول تھی۔ آج کے انسان کی  
بھول کا راز بھی رازِ رب العالمین ہے کہ جو نبی انسان نے بھول کا دامن چھوڑا حقیقت  
بن گیا۔ تو اُس کو اپنا جسم بھول نظر آیا اور جسم کو حرکت دینے والا راز نظر آیا۔ رب فرماتا  
ہے کہ ”کوئی چیز نہیں حرکت کرتی ذرہ بھی حرکت نہیں کرنا میرے اذن کے بغیر۔“  
جب اس انسان نے جسم کو بھول پایا، باقی راز کو پا گیا کہ جو راز اُسے حرکت دے رہا  
ہے کہ حرکت اس محركِ حقیقی ہی کی طرف سے ہے۔

تب کہیں جا کر اُسے پتہ چلا کہ میں بھول میں رہا اور محركِ حقیقی کو بھولا رہا  
جب بھول کو بھول گیا تو حقیقت کو پا گیا۔ تو بھول اور اس کا راز ایک ساتھ چلتے ہیں۔  
جب کسی قلندر کی صحبت نصیب ہو جائے تو بھول ختم ہو جاتی ہے اور بھول کا راز عیاں  
ہو جاتا ہے۔

بھول بھول کر میں نے یہ مقام پایا  
کہ اب داد دیتا ہوں میں اپنی خطاؤں کو  
پیر مستوار قلندر



## ﴿ شجر نور ﴾

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز کے دو وجود رکھے ہیں۔ ایک ظاہری ایک باطنی۔ اپنی حقیقت کو باطن میں چھپا کے اُس نے رکھا ہے۔ جب کوئی صاحب باطن بنتا ہے تو حقیقت کی تلاش کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ پھر اس راہ میں وہ خود ہی چہاٹ بنتا ہے اور وہ خود ہی منزل بنتا ہے۔ یوں وہ اپنے طالب کو اپنی حقیقت سے آشنا کر دیتا ہے۔ اس میں تمام تر رہنمائی شیخ کامل کی طرف سے ہوتی ہے۔ یوں سمجھیں کہ اللہ کا نور بصورتِ شیخ راستے میں روشنی کا موجب بنتا ہے اور منزل پر پہنچانے کا سبب۔

اس کی مثال یوں ہے کہ ایک شجر ہے اُس پر بہت سارے پتے ہوتے ہیں۔

اب وہ شجر زمین سے دور دور تک اپنی جڑوں کے ذریعے پانی اور دیگر نیکیات کو کھینچتا ہے اور جذب کرتا ہے اور پھر وہ اپنے اوپر لگئے ہوئے چتوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ جس سے سابقہ چتوں پر حسن آتا ہے اور مزید نئے پتے جنم لیتے ہیں اور اسی طرح وہ شجر پروان چڑھتا رہتا ہے اور بتدریج وہ پورا ایک درخت بننے کے باوجود اپنی ترقی میں مشغول رہتا ہے۔

ایسی طرح شیخ کامل کی مثال ہے کہ وہ ایک حقیقت مولا کا شجر ہے اور اس کے پتے اُس کے طالب اور مریدین ہیں۔ اب یہ شیخ کامل اپنے شیخ، اجداد اور اسلاف سے باطنی فیض جذب کرتا ہے اور باطنی خوارک جذب کرتا ہے اور آگے اپنے طالبوں اور مریدوں میں تقسیم کر دیتا ہے بالکل شجر کی مانند۔ اور پھر اس طرح ان چتوں کی مثل وہ طالب اور مریدین باطنی نشوونما پاتے ہوئے پروردش پا جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ اسی شجر نور یعنی شیخ کامل کے ساتھ نئے طالبوں اور مریدوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جیسے اس شجر سے نئی کوچلیں پھوٹتی رہتی ہیں۔

## ﴿مغزِ حقیقت﴾

عرفِ عام میں مشور ہے اور تقریباً یہ فقرہ میں بچپن سے لے کر آج تک مت  
آ رہا ہوں کہ محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ اس بات سے  
واقف صرف اہلِ محبت ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جس نے جو کوئی چیز دیکھی ہو وہ اُسے  
ٹھیک طرح سے بیان کر سکتا ہے۔ وہری یہ بات اظہر من الشیخ ہے کہ اہلِ محبت ہی  
در اصل اہلِ دل ہوتے ہیں اور اہلِ دل وہ ہوتا ہے، جسے اللہ پاک دلوں کا اختیار عطا  
کر دے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا محبت کسی ایک دل کا دوسرا ہے دل پر آجائے کا نام  
ہے۔ اگر یہ واقعی آیا ہے تو پھر ہر اہلِ دل کسی بھی دل کے ساتھ تعلق رکھنے پر قادر ہے  
۔ یہ بھی ہے کہ محبت ایک سے ہوتی ہے تو جب کسی اہلِ دل کی بے شمار دلوں پر دسترس  
ہے اور وہ محبت کا ہی تعلق ہے تو پھر جب ایک سے محبت ہوتی ہے تو اتنے ساروں کے  
ساتھ کیا ہے۔ تو اس مقام پر میں یوں کہوں گا کہ سب کا وجود، وجود غیری کام رکب  
ہے۔ یہ رکب چار عناظر سے بنا ہے۔ آگ، مٹی، ہوا اور پانی۔ ہوا ہوا کے ساتھ مل  
جائے گی، پانی پانی کے ساتھ، آگ آگ کے ساتھ اور مٹی مٹی کے ساتھ باقی جو بچے گا  
وہ اصل ہے، اُسے روح کہتے ہیں اور روح کو موت نہیں ہے۔ در انحالیکہ روح سب  
میں ایک ہی ہے تو اس طرح سے اہلِ دل کا سب کے ساتھ پیار ہونا در اصل ایک سے

پیار ہونا ہے اور وہ ایک 'روح' ہے۔

روح کی تعریف خود اللہ نے یوں بیان فرمائی ہے

**يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّنِي**

روح اللہ کا امر ہے اور امر سے مراد ہے وہ آواز جو صاحب امر کے پرتوت ارادے کو ظاہر کرے اور اسکے علاوہ ارادہ بذاتِ خود کوئی چیز نہیں۔ آواز کا تعلق صاحب ارادہ سے ہوتا ہے۔ اب یہ چیز واضح ہے کہ ارادہ صاحب ارادہ سے بعید نہیں۔ اب جہاں ارادہ ہے وہاں صاحب ارادہ موجود ہے تو پتہ یہ چلا کہ وجود عنصری کے ختم ہونے کے بعد بھی امر اور صاحب امر موجود ہے۔ یوں ہر ایک میں اس کی ذات کا ظہور روشن اور سامنے ہے۔

تو اس طرح سے اہل دل کی محبت سب سے ہوتی ہے مگر وہ سب کسی ایک چیز کا ہی نام ہے۔ اس طرح محبت واقعی ہزاروں سے نہیں ایک سے ہوتی ہے اور یہ نہ کی جاتی ہے نہ ہو جاتی ہے یہ فقط عطا ہوتی ہے اسی لئے اہل محبت عطا کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ سب شان اللہ کی ہے کہ اس نے انسان کو بنانا کرانے آپ کو ظاہر کر دیا۔

میری یہ تحریر ہر کسی کو شاید سمجھنے نہ آئے۔ ہر چند کہ میں نے آسان طریقے سے وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کوئی اس تحریر کو سمجھ گیا تو اس کے لئے حقیقت تک پہنچنا بعید نہیں ہے اور یقیناً مندرجہ بالا روز طالب حقیقت کے لئے ایک مرشد کا کام کریں گے۔



## ﴿ فیض ﴾

یہ فیض ان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی  
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

قلندر لا ہو ری علامہ اقبال کے اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ فیض کسی نظر  
کے کمال کو کہتے ہیں کیونکہ اقبال نے فیض ان نظر کا لفظ استعمال کیا اور فیض ان نظر سے  
مرا دایک فیض نہیں بلکہ یک لخت ہزاروں فیض نصیب ہو جاتے ہیں۔ اقبال کا قلندر ریہ  
حلسلے سے تعلق تھا یہ بات عام لوگوں کو معلوم نہیں اس میں اقبال کا قصور نہیں اقبال نے  
خود کہا تھا کہ ”اقبال دری سے آتا ہے۔“

میرے خیال میں اقبال اس قوم کو بہت دری سے سمجھا آیا ہے۔ اس قوم پر  
بہت افسوس ہے کہ جس قوم کو کسی کی یاد اس کے جانے کے بعد آتی ہے۔ باقی قومیں  
ماضی سے سبق، حال پر نظر اور اس کے نتیجے میں مستقبل کو بہتر بناتی ہیں۔ ہماری قوم  
ماضی کو بھول کے حال پر روتی ہے اور مستقبل نام سے ناواقف ہے۔

اقبال کی بات ہو رہی تھی تو اقبال کا تعلق سلسلہ قلندر ریہ سے تھا وہ ظاہر اور  
باطن کے اسرار و رموز کو بخوبی جانتے تھے اور اگر ان کی کتب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو  
انسان اس چیز سے بخوبی آگاہ ہو سکتا ہے کہ واقعی اقبال ظاہر و باطن کے رموز کو ضرور  
سمجھتے تھے۔ اسی لیے تو انہوں نے فرمایا کہ فیض ان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی۔

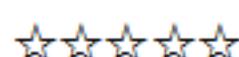
اس سے یہ چیز ظاہر ہوتی ہے کہ فیض کا تعلق نظر سے ہے اور نظر بھی عام

انسان کی نظر نہیں "خاص"، انسان کی نظر ہے اور وہ نظر اس وقت تک کسی طالب نظر کو نظر نہ آ سکے گی جب تک وہ اپنا سب کچھ مذہب کر دے۔ بس جان کو مذہب کرنے کے بعد کوئی بھی طالب حقیقت فیض کا نظر حاصل کر سکتا ہے۔ یہ ایک فیض کا نقطہ تھا جو قلندر نے بیان کیا اصراف اس کو بھی جو سمجھے گا وہ ضرور کسی صاحب فیض شخص کی نظر فیض کا طالب ضرور بننے گا اور اس طرح وہ اپنے پیدا ہونے کا مقصد حاصل کرے گا۔

دوسرا نقطہ فیض کا "صحبت" ہے کہ انسان جب دنیا جہان کی صحبتیں چھوڑ دیتا ہے کسی ایک صحبت میں بیٹھ جاتا ہے تو اس پر پھر صحبت کا رنگ چڑھتا ہے اس رنگ کا نام بھی فیض ہے۔ کیونکہ جب اس پر اس صحبت کا رنگ چڑھتا ہے تو وہ صحبت کا رنگ نہیں صحبت والے کا رنگ ہوتا ہے۔ وہ اس کے سارے سابقہ رنگ اٹا رہتا ہے اور اس کو اپنے رنگ سے سنوار دیتا ہے۔ یوں اس رنگ میں اس کو بہت سے رنگ نظر آتے ہیں۔ وہ مشتاق ہوتا ہے مولا کے رنگ کا پھر اسی رنگ میں وہ خود کو رنگ لیتا ہے

صِبْعَةُ اللَّهِ وَمَنْ أَخْسَنَ مِنَ اللَّهِ صِبْعَةً۔ (ابقر)

یہ بھی دراصل کسی صحبت سے اس کو رنگ نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ رنگ بھی ایک فیض ہے اور یہ فیض صحبت سے تعلق رکھتا ہے۔ عاشق کو لیلی مجنوں، ہیر راجحہ، سوہنی مہینوال، شیریں فرہاد، یوسف زیلخا، ان تمام عاشق کی طرف سے فیض ملتا ہے اور اس فیض کا پیغام یہ ہوتا ہے کہ "یار" میں ختم ہو جاؤ۔





## باب چهارم

« 180 »

« ملحوظ »

## ﴿ اقوال قلندر ﴾

- ☆ ہر طالب کو مرشد کامل کی تلاش ہوتی ہے لیکن مرشد کو بھی کسی طالب صادق کی تلاش ہوتی ہے۔
- ☆ یار بنا سکھو، جو یار رہتا ہے پھر اس کا زمانہ بنتا ہے۔
- ☆ ایک چاہنے والا اپنے محظی سے کسی آچھے انداز میں مل لے یہ معراج ہے۔
- ☆ حق تعالیٰ سے ملاقات کا وسیلہ اول نماز ہے۔
- ☆ صرف نماز ہی منزل گاؤ عزت کے قریب ہونے کا ذریعہ ہے۔
- ☆ نماز ایک راز ہے اور راز کرنے کے لئے کسی کا قرب ہونا چاہیے اور قرب وہی پاتا ہے جو قابل ہو اور جو قابل ہوتا ہے وہ راز پاجاتا ہے اب جو راز پاجاتا ہے وہ خود را پار راز بن جاتا ہے۔
- ☆ جب کوئی پیار کرتا ہے کسی پیار والے سے تو اسے پیار ملتا ہے اور پھر اس پیار والے سے اور پیار والے پیار لینے آتے ہیں۔
- ☆ عشق کی کوئی حد نہیں ایک سے بڑھ کر ایک عاشق موجود ہے۔
- ☆ جو تسلیم و رضا اور عشق کے خبر سے قتل ہو گئے ان پر ایک نئی نئی جان آتی ہے۔
- ☆ اسلام محبت کا نام ہے۔

- ☆ محبت کی واضح نشانی ہے یہ جب بھی آتی ہے دل کو زم کر دیتی ہے۔
- ☆ جس نے اصل راہ کو چھوڑ دیا اُس کا نام بھی نہیں رہا۔
- ☆ مرید کو چاہیے کہ مرشد کے فرمان سے ذرہ براہ بھی آگے پیچھے نہ ہو۔
- ☆ جو شخص خدا کا فرض بجانب نہیں لاتا وہ خدا کی پناہ میں نہیں رہتا۔
- ☆ پیار بے دلیل ہوتا ہے۔
- ☆ جس سے سرکار ﷺ کی سنت ترک ہو جائے اُسے ڈرنا چاہیے کہ کل قیامت کے دن یا رکیسے منہ دکھائے گا۔
- ☆ عارف ایسے شخص کو کہتے ہیں جس پر روزانہ خدا کی طرف سے ایک لاکھ تجھی نازل کی جاتی ہو اور وہ دم نہ مارے اور حمل من مزید کافرہ بلند کرے۔
- ☆ اللہ پاک کی قدرت کا اظہار اُس کے بندے کی زبان سے ہوتا ہے۔
- ☆ بغیر شریعت کے معرفت نہیں ہے۔
- ☆ معرفت اللہ کی پیچان ہے۔
- ☆ راہ اور ہر دونوں نصیب ہوں تو معرفت مولیٰ پھر نصیب ہوتی ہے۔
- ☆ حسین اللہ کی بارگاہ میں وہی ہے جو حسین طریقے سے جا کر اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو جائے۔
- ☆ اسلام میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے رازِ محبت ظاہر نہ ہو۔
- ☆ عارف کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ ہر وقت مخصوص رہتا ہے۔
- ☆ عارف ہر وقت والوںِ عشق میں ہوتا ہے اور اُس پر عالمِ حیرت وارہ ہوتا ہے۔
- ☆ عارف ہر وقت کائنات کے متعلق غوطہ زن رہتا ہے کہ یہ کیا ہے۔
- ☆ عرفان بھی معرفت کا ایک محل ہے۔

☆ پاکوں کے لئے پاک محفلیں اور پاک محفل کے لئے پاک ہونا ضروری ہے  
 ☆ جو رخ، رخِ مصطفیٰ ﷺ کی طرف ہوتا ہے وہ قابل دید چہرہ بن جاتا ہے  
 ☆ کائنات کی اصل مصطفیٰ ﷺ ہیں اسی وجہ سے کائنات کی ہر چیز کی بنیادِ محبت ہے۔

☆ خشک علم رہنا ہما اور رہبر بنا ہے نہ بننے گا۔  
 ☆ اگر علم سیکھنا چاہتے ہو تو نفس کو آگ لگانی پڑے گی۔  
 ☆ احسان وہ ہوتا ہے جو کر کے بھلا دیا جائے جو نہ بھولے وہ احسان نہیں ہوتا۔  
 ☆ آور حبِ مصطفیٰ ﷺ کے دائرے میں آجائوزندگی خسیں ہو جائے گی۔  
 ☆ اللہ کی سنت کی مخالفت کرنے والا مسلمان نہیں لعین ہے۔ (فضیلت دو دلام)  
 ☆ راوی عشق میں مال و دولت کی کوئی حیثیت نہیں۔  
 ☆ اللہ پاک کے دیوانے عشق میں پھرتے رہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ تمام کائنات میں بکھرا ہے۔  
 ☆ قرآن و حدیث کے بعد جب تک صوفیاء کا تذکرہ نہ ہو قرآن و حدیث کی روح کو سمجھا نہیں جاسکتا۔

☆ اللہ تعالیٰ جس سے پیار کرتا ہے، پھر سارے جہان کو اُس کا تابع دار بنادیتا ہے۔

☆ اگر تو کسی کا ارادہ نہ کر سو وہ بھی تیرا ارادہ نہ کرے گا۔  
 ☆ تجھے چاہیے کہ درویشوں کی خدمت کرتا کتو بھی اللہ کا نیک بندہ بن جائے  
 ☆ اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہے کتو اللہ کی بارگاہ میں نماز کو باشرائط ادا نہ کرے۔

☆ لفظ قسم کو چھوڑ دواپنا کردار ایسا بناو کہ قسم کی ضرورت نہ پڑے سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ۔

☆ کسی عاشق کے لئے محبوب کے دیدار سے بڑھ کر کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی

☆ ظاہری عبادات کی بجائے تمام اعمال کا دارود ارنیتوں پر ہے۔

☆ اگر نیت صاف ہو تو طالب فلندر کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں پھر سکتی۔

☆ اگر عاجز بنو گئو اللہ کو اپنے دل میں لے کر پھر و گے۔

☆ اللہ پاک کے قریب ہر اسم کا جسم ہوتا ہے۔

☆ الگ والی با تیس جگ کوئی نہیں پتا، یہ تب سمجھ آتی ہیں، جب بندہ جگ سے الگ ہو جائے۔

☆ جوں کرذ کرتے ہیں اور اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں وہ کامیاب لوگ ہیں۔

☆ عاشق کو طلب سے کیا کام وہ تو رضاۓ یار پر فدا ہوتا ہے۔

☆ جو بد نیت ہے وہ زندہ نہیں میت ہے۔

☆ جو بھی اللہ کی راہ میں چلا ہے کامیاب ہوا ہے نا کام کوئی نہیں ہوا۔

☆ مرشد کی رضا میں خوش رہنا چاہیے طالب کو سوال و جواب سے کام نہیں ہونا چاہیے۔

☆ جب میں کا پردہ اُتر جاتا ہے تو عاشق محتوق اور عشق سب ایک ہی نظر آتا ہے۔

☆ مقامِ قرُب کے حصول کے لئے عبادت و زہد کے ساتھ نفس کی مار ضروری ہے

☆ عارف کا کم ترین درجہ یہ ہے کہ صفاتِ خدا اُس میں پائی جائیں۔

☆ غافل یہ سوچ کرو جو عبادت کر رہا ہے یہ طاقت کہاں سے آ رہی ہے۔

- ☆ جب سوچ بد لے گی تب اعمال بد لیں گے۔
- ☆ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا اپنے محظی محبوب ﷺ کی طرف محبت نامہ ہے۔
- ☆ جس نے عاجزی کو پسند کیا پھر اللہ پاک نے بھی اُس کو پسند کیا۔
- ☆ عارف جب خاموش ہوتا ہے تو اللہ پاک سے محو گفتگو ہوتا ہے۔
- ☆ اپنے امر سے برائی کو نکال کر پھینک دے پھر تجھے پتا چلے گا تو کس کا آئینہ ہے۔
- ☆ گناہِ اتنا ذلت و رسولی نہیں پہنچاتا جتنا لوگوں کی بے حرمتی اور بے عزتی نقصان دیتی ہے۔
- ☆ جب مدی کا پانی سمندر میں گرتا ہے تو مدی نہیں رہتا سمندر ہو جاتا ہے۔
- ☆ ہمیں سیاست سے نہیں ریاست سے غرض ہے اور ہمارا مقصد روحانی انقلاب ہے۔
- ☆ جہاں تک دنیا قائم ہے وہاں تک محبت قائم ہے۔
- ☆ مرشد کی نظر میں چھوٹا بڑا سب برادر ہوتے ہیں کیونکہ یہاں پر محمود و ایاز اکٹھے بیٹھتے ہیں۔
- ☆ اگر طالب کی ذات درست نہیں ہوگی تو مرشد پر حرف آئے گا۔
- ☆ ایک کے ہو جاؤ دنیا کے دھنڈوں اور گند سے جان چھوٹ جائے گی۔
- ☆ خودیار کا آئینہ بن جاؤ لوگ آپ کی شخصیت دیکھ کر خود بخود مائل ہو جائیں گے۔
- ☆ جو طالب ایک دن فانی الشیخ ہو گا وہ دوسرے دن فانی الرسول ﷺ ہو گا۔
- ☆ ایک طالب کے لئے اُس کا شیخ سب کچھ ہوتا ہے۔

- ☆ جن کے پاس محبت نہیں ہے اُن کی زندگی شک میں گزرتی ہے۔
- ☆ عاشق کا کام ہے محبوب کو پیغامِ محبت بھیجتے رہنا اُسے جواب سے غرض نہیں ہوتی کیونکہ اُسے پتا ہوتا ہے کہ اُس کی طلب پچی ہے۔
- ☆ جو بھی پیار والا ہے وہ اپنے آپ کو شریعت والا سمجھے مگر شرط یہ ہے کہ پیار دیسی ہو پناہیتی نہ ہو۔
- ☆ عورت جب تک پر دے میں رہتی ہے اُس کی قدر ہوتی ہے۔ جب پر دے سے باہر نکل جاتی ہے سب کی نظر میں اپنی قدر کھودیتی ہے۔
- ☆ میری نظر میں سب طالب برادر ہیں۔ جو طالب نہیں ہیں اُن سے بھی مجھے بہت پیار ہے اللہ اُن کو بھی طالب بنائے۔
- ☆ اپنی بیتوں کو درست کر لو اللہ کسی کو بھوکا نہیں رہنے دیتا جو مقدر میں ہے ضرور ملے گا، کیونکہ اللہ کبھی کسی کو تھا نہیں چھوڑتا۔
- ☆ محبت اس کائنات سے بھی پہلے کی ہے اور آخر تک رہے گی۔
- ☆ پیار والوں کو صاحبِ پیار سے محبت ہوتی ہے اس سے آگے انہیں کوئی غرض نہیں ہوتی۔
- ☆ جن کو وہ اپنا بناتا ہے پھر کسی کو انہیں چھیڑ نے نہیں دیتا۔
- ☆ نیت پلید ہو تو تمہارا نہما شیطان بنتا ہے۔
- ☆ جس کا کوئی مرشد نہ ہو اُس کو شیطان پکڑ لیتا ہے۔
- ☆ دل کو روشن کرو، اُن چراغوں سے جو اللہ نے جلا رکھے ہیں۔
- ☆ جہاں تک خدائی ہے وہاں تک رسالت ہے اور جہاں تک رسالت ہے وہاں تک ولادت علی المرتضی ہے۔

- ☆ حضرت علیؑ امام الاولیاء ہیں۔
- ☆ ہر قسم کا ذکر کسی جاندار کا ہوتا ہے اور ہر جان اللہ ہی کی ہے۔
- ☆ اللہ پاک جس کو جانتا ہے پھر اس کا نام عام ہوتا ہے۔
- ☆ اللہ کا کرم وسیع ہے مگر جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو اور زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔
- ☆ محبت کرنے والوں کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت ہر لمحہ یار کے خیال میں رہتے ہیں۔
- ☆ اسی کو داعی نماز کہتے ہیں کہ دل ہر وقت اُس کی یاد میں دھڑکتا رہے۔
- ☆ جو نماز حضور قلب سے نہیں ہے وہ باعثِ عذاب ہے۔
- ☆ سجدے تو ہزاروں کرتے ہیں مگر نماز اُسی کی ہے جسے حق وقت سے ہمہ وقتی نماز نصیب ہو جائے۔
- ☆ مقامِ قرب کی تمام مستیاں آنکھی ہو جائیں تو پھر قلندر بنتا ہے۔
- ☆ جس کی آنکھ تیار ہے وہ خدا کے جلوؤں کو دیکھنے کا حقدار ہے۔
- ☆ اپنی ذات کو ختم کرو پھر ایک ذات تو ہے جو تمہاری ہے۔
- ☆ دعوت رسول ﷺ اصل میں دعوتِ الٰی اللہ ہے۔
- ☆ اپنے ماضی سے سبق سیکھ کر حال کو بہتر بناؤ مستقبل خود بخوبی سور جائے گا۔
- ☆ لا پر نید ہو کر آنے والے مرید ہمیشہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوئے ہیں۔
- ☆ بغیرِ ارادت شیخ کے نفس نہیں مرتا۔
- ☆ جو حضور ﷺ سے محبت نہیں رکھتا اُس کی تمام عباداتیں فضول ہیں۔
- ☆ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی انہا قاب قوسمیں اُو آذنی ہے۔

- ☆ جو اجتماعِ مصطفیٰ ﷺ میں کامل ہے وہ خدا کا محبوب ترین ہے۔
- ☆ نمازِ محبت میں دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات پھیپھی ہوئی ہے۔
- ☆ طالبِ شیخ جو اپنے شیخ کا نمونہ بن جاتا ہے۔
- ☆ روشنی کے راستے پر چل کر اپنے کو ہر مراد کو پالیا صراطِ مستقیم ہے۔
- ☆ باتوں میں سے کوئی بات، ”بات“ بنادیتی ہے۔
- ☆ ایک حسین رات زندگی کی سب راتوں پر غالب آجاتی ہے۔
- ☆ ذعا اور دو بالغیر اذنِ ربیٰ کچھ نہیں۔
- ☆ عقل کے لئے علم لازمی نہیں علم کے لئے عقل لازمی ہے۔
- ☆ تصوف کو بھٹنے کے لئے علم اور عقل لازمی ہے۔
- ☆ بڑی خوش بختی اہلِ دل ہونا ہے۔
- ☆ اہلِ دل کو علم اور عقل خود بخواہی سب ہو جاتا ہے۔
- ☆ اللہ کا عاشق کوئی درجہ قبول نہیں کرتا۔
- ☆ فقیر کو جو ملے قبول کرتا ہے۔
- ☆ اچھا یا بد افقر کے لئے ایک ہے۔
- ☆ جو اللہ کی رضا پالے لوگ اُس کی رضا کے تابع ہو جاتے ہیں۔
- ☆ جسے خدا اپنا بنالے تمام مخلوق اُسے رہنمانتی ہے۔
- ☆ عزت کا مقامِ دل میں ہے اور ہر اہلِ دل کی عزت ہوا کرتی ہے۔
- ☆ لوگ عزت کے لئے سب کچھ کرتے ہیں مگر اللہ اللہ نہیں کرتے۔
- ☆ جب انسان ”اللہ اللہ“ کرتا ہے تو اللہ ”میرے بندے میرے بندے“ کرتا ہے اُس وقت دونوں ایک دوسرے کے ذاکر ہوا کرتے ہیں۔

☆ جب عاشق محبوب کو یاد کر رہا ہو اور محبوب عاشق کو تو وہ لمحات پیار کے سرتاج  
ہوتے ہیں۔

- ☆ یاد میں وصال ہے غفلت میں فراق۔
- ☆ فراق اور وصال قرب محبوب کا نام ہے۔
- ☆ انسان ہمیشہ دوچیزوں کی بنا پر پیار کرتا ہے (۱) حسن (۲) سیرت  
قلندر جب لکھتا ہے تو رحمت کے پھولوں کو لفظوں میں بکھیر دیتا ہے۔
- ☆ قلندر کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ حلقة عشق رکھتا ہے۔
- ☆ نیک خوشنص گلستہ کی مانند ہے بد خوشنص گندگی کا ذہیر ہے۔
- ☆ قلندر سے بہت لوگ پیار کرتے ہیں ان سب کا پیار کم ہے قلندر کے پیار سے

☆ یہ سچ ہے کہ مجھے یاد نہیں رہتی مگر یار کے سوا۔  
☆ سوانعے پار دنیا بیکار۔

☆ دل اگر زرخیز میں کی مانند ہو اور اس میں پھول اگیں تو دنیا میں تباہ کاریاں  
ختم ہو جائیں۔

- ☆ محبوب دو دلوں سے کھیلتا ہے ایک عاشق کے اور ایک اس کا اپنادل۔
- ☆ تمین چیزوں ایک جان ہوتی ہیں (۱) عاشق (۲) محبوب (۳) دل
- ☆ انسان کے چلنے سے دو چیزوں ظاہر ہوتی ہیں ایک طرف سے اس کا فاصلہ  
منزل سے کم ہوتا جاتا ہے اور ایک طرف سے زیادہ۔
- ☆ منزل پر پہنچ کر راستے کی تکالیف بھول جاتی ہیں۔
- ☆ کئی لوگ منزل کی جستجو کرتے ہیں۔ کئی لوگوں کے لئے منزل جستجو کرتی ہے

- ☆ منزلِ امید میں ہے اور امیدِ دل میں اور دلِ دلدار کے پاس۔
- ☆ بد بخت ہے وہ شخص جو اللہ کی دوستی کا ارادہ کرے اور دوستوں میں گم ہو جائے
- ☆ میرا محبوب چاند کی مانند نہیں وہ تو چاند ہے۔
- ☆ تم نے چیزیں انسان کے ذہن پر غالب آجائی ہیں۔
- ☆ (۱) دولت (۲) عورت (۳) بیت  
☆ حُسن جادو ہے حُسن وائل جادوگر ہیں۔
- ☆ درخت پتوں کے بغیر سایہ نہیں دینا عبادتِ محبت کے بغیر حشر میں سایہ نہ دے گی۔
- ☆ زبان کی کوئی کوئی آواز تاثیر رکھتی ہے دل کی ہربات تاثیر رکھتی ہے۔
- ☆ عشق شخصیت اور ذات کا قائل نہیں۔
- ☆ حُسن بے مثال بھی ہوتا ہے لا جواب بھی ہوتا ہے مگر انہیں حُسن کا اللہ ہی سزاوار ہے۔
- ☆ جسے اچھی سوچ ملتی ہے اُسے ولی بنادیا جاتا ہے۔
- ☆ تغیری سوچ والا ہیرے کی مانند ہے تحریکی سوچ والا کافی کی مانند ہے۔
- ☆ نظر پیار کی کسوٹی ہے۔
- ☆ کوئی کوئی نظرِ دل چیز رکھتی ہے۔
- ☆ کسی کی نظر لگ جائے تو بندہ تباہ ہو جاتا ہے اور کسی کی نظر لگنے سے بندہ صاحبِ نظر ہو جاتا ہے۔
- ☆ ذعا سے تقدیر بدلتی ہے نظر سے انسان بدلتا ہے۔
- ☆ جس بندے کی نظرِ دور تک دیکھتی ہے وہ کبھی پریشان نہیں ہوتا۔

- ☆ نظر سے نظر ملے تو دل کی نظر کھل جاتی ہے۔
- ☆ نظر کو صاف رکھو دل صاف رہے گا۔
- ☆ اگر دل کی نظر ہو تو ساری دنیا حسن یا زنظر آتی ہے۔
- ☆ سارے عقل مندا سکھنے ہو کر بھی باطن کی گرہ نہیں کھول سکے۔
- ☆ جنون کی ایک ضرب کام کر جاتی ہے۔
- ☆ جب عقل انتہا کو پہنچتی ہے تو انسان پاگل ہو جاتا ہے۔
- ☆ کسی کے لئے پاگل ہونے سے بہتر ہے کہ اس کا مستانہ نہ جائے۔
- ☆ مستی محوب کے دل سے نکل کر عاشق کے دل کو پکڑ لیتی ہے۔
- ☆ مستوار کی مستی مستی میں ہے اور نیستی ہوش میں۔
- ☆ تمام نشوں کا سردار زندہ عشق ہے۔
- ☆ تمام علموں کا سردار علم عشق ہے۔
- ☆ تمام کلاموں کا سردار کلام عشق ہے جو صورتِ قرآن موجود ہے۔
- ☆ تمام ملاقاتوں کی سردار ملاقات، ملاقات عشق ہے جو عرش پہ ہوئی۔
- ☆ تمام حسنوں کا سردار حسن اللہ ہے جو عرش پہ محظوظ ﷺ کو دکھایا گیا۔
- ☆ تمام دنوں کا سردار جمہ ہے تمام زخموں کا سردار دل کا زخم ہے۔
- ☆ عاشق کو لیلی مجنوں، ہیر رانجھا، سونی ہینو وال، شیریں فرہاد، یوسف زلیخا، ان تمام عشاق کی طرف سے فیض ملتا ہے اور اس فیض کا پیغام یہ ہوتا ہے کہ ”یار“ میں ختم ہو جائیں۔
- ☆ کسی داشمند کی بات مان لو، اس سے پہلے کہ خود تحریک کر کے مانو۔
- ☆ منافق کی بات میٹھی اور نتیجہ کڑوا ہوتا ہے۔

- ☆ فقیر علم سے نہیں عطا سے بات کرتا ہے۔
- ☆ وفا کا معنی تلاش کیا تو لفظ فقیر نکلا۔
- ☆ نفسانی ملائکہ سے بڑا شیطان ہے۔
- ☆ گفتگو میں سے کوئی کوئی گفتگو ضرب المثل بن جاتی ہے۔
- ☆ مرشد سے حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا خول پہن لو۔
- ☆ قصورِ شیخ طریقت کی روح ہے۔
- ☆ انسان ذاتِ قدر تین طرح سے محسوس کرتا ہے، زبان سے چکھ کر، کان سے سن کر اور آنکھ سے دیکھ کر۔
- ☆ فقیر کی منطق منطقوں کی ماں ہے۔
- ☆ اصولوں پر چلنے والا اصول وضع کرتا ہے۔
- ☆ محبت میں راحت بھی ہے فنا بھی۔
- ☆ کپڑے انسان کے جسم کو ڈھانپتے ہیں اور گفتگو اس کی شخصیت کو۔
- ☆ فتحِ شکستگی میں ہے اور شکست غرور میں۔
- ☆ جب دل منور ہوتا ہے تو اس کی کرنسی دماغ پر پڑتی ہیں۔
- ☆ آنکھیں کیفیات ظاہر کرتی ہیں۔
- ☆ قیمتِ مال کے اعتبار سے ہوتی ہے اور عزتِ عقل کے اعتبار سے۔
- ☆ ہر ایماندار کو حسن مل جاتا ہے لیکن ہر حسن والے کو ایمان نہیں ملتا۔
- ☆ چکا ڈڑکو روشنی میں نہیں آمد ہیرے میں نظر آتا ہے مگر وہ فقیر نہیں ہے۔
- ☆ صحبتِ آتش سے توجیزِ کرم ہو جائے مگر صحبتِ درویش سے آثر نہ ہو یہ ملکن نہیں ہے
- ☆ کامل ہونے کے بعد ہی تمام واقعات ہوتے ہیں۔

- ☆ جس طرح سرمه آنکھ کو زینت دیتا ہے اسی طرح فقیر کی باتِ دل کو زینت دیتی ہے۔
- ☆ ذکر سے روح اس طرح خوش ہوتا ہے جیسے کسی محظوظ کے سکرانے سے اس کا چہرہ اور زیادہ خوش نہ ہو جاتا ہے کیونکہ روح محظوظ کا ذکر ہے۔
- ☆ موسم پیارواں ہو یا عاشقانہ ہو گردن میں پیارانہ ہو تو موسم عاشقانہ نہیں لگتا۔
- ☆ ایک چیز کو پکڑنے سے تمام چیزیں حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ زندگی ایک چیز ہے اس سے بے شمار چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔
- ☆ لوہ آگ میں جائے اور آگ جیسا ہو جائے اور ایک عالم دین، دین میں جائے مگر دین جیسا نہ ہو سکے یا ایک حیران کن بات ہے۔
- ☆ جسمانی بیماری کا علاج طبیب کے پاس اور روحانی بیماری کا علاج طبیب القلوب کے پاس ہے۔
- ☆ اولیاء کی کتب کا مطالعہ باطنی گردھوتا ہے۔
- ☆ شیخ کی زیارت ایمان کی خوراک ہے۔
- ☆ نفس کو مارنا اور دل پر محنت کرنا انسان کو ولایت کے مقام پر پہنچادیتا ہے۔
- ☆ انسان پر زندگی میں کئی رنگ چڑھتے ہیں۔
- ☆ عام طور پر رنگ انسان کو کھینچتا ہے مگر کوئی انسان رنگ کو کھینچ کر اپنے اور پر چڑھا لیتا ہے۔
- ☆ رنگ اللہ کا نور ہے اور نور اللہ کا رنگ ہے۔
- ☆ قرآن یعنی وائلہ بڑے ہیں پڑھنے والے کوئی کوئی
- ☆ عشق باطن کی زینت کا نام ہے۔

- ☆ فقیر تن نہیں ممکن دیکھتا ہے۔
- ☆ رسوائی کڑوی اور لذت دار ہوتی ہے۔
- ☆ کرامت فقیر کی خواہش نہیں اللہ کی رضا ہوتی ہے۔
- ☆ جو اللہ کی رضا کے لئے جیتا ہے وہ مر کے بھی جیتا ہے۔
- ☆ اللہ کے ولی اللہ کی سدا بھار نشانیاں ہیں۔
- ☆ نام اور شان کھو کر ہی نام زندہ ہوتا ہے اور شان دو بالا ہوتی ہے۔
- ☆ عاشق فنا پاتا ہے بتا چاہتا ہے۔
- ☆ اعلیٰ ظرف عجز سے اعلیٰ ہو جاتا ہے اور کم ظرف اکٹھ سے سکو جاتا ہے۔
- ☆ طالب مانند پنگ ہوتا ہے جس کی ڈورشیخ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔
- ☆ آمر کے چور کو پکڑ لو اللہ کی مراد بن جاؤ گے۔
- ☆ پیار آندازِ گفتگو کو بدلتا ہے۔
- ☆ محبت ایک سے ہوتی ہے مگر وہ ایک "ہر" "ہر" میں ہوتا ہے۔
- ☆ حُسن و جمال کی کشش ہی یار کی دلیل ہے۔
- ☆ بناوٹ سے سجاوٹ نہیں ہوتی۔
- ☆ بناوٹی پھول حسین تو ہوتا ہے مگر خوشبو دار نہیں ہوتا۔
- ☆ فقیر اپنی دنیا اپنی قوتِ باطن سے سجااتا ہے۔
- ☆ اپنے پاس گن ہو تو اسلاف کا فیض بھی اڑ کرتا ہے۔
- ☆ پیار تکبیر کو کھا جاتا ہے۔
- ☆ مقصد کو جھول کر دنیا و آخرت دونوں جاتے ہیں۔
- ☆ اصل اور کم اصل کی پہچان وفا ہے۔

- ☆ حلالی شخص احسان یا درکھتا ہے۔
- ☆ یار کی آدائیں نشہ بند ہوتا ہے۔
- ☆ یار کی آدائیں اسقٹ کے لئے تموار ہے۔
- ☆ یار کی کوئی آدازندگی کی قضا ہوتی ہے۔
- ☆ حسن کے جو بن کا نام آدا ہے۔
- ☆ بعض آدائیں قائل اور بعض جان بخش ہوتی ہیں۔
- ☆ جاہلوں میں دانا پر بیشان ہوتا ہے۔
- ☆ ہیرے کی قیمت جو ہری کے پاس اور بندے کی قیمت فقیر کے پاس
- ☆ کوئی کوئی طالب مطلوب بھی بن جاتا ہے۔
- ☆ آخلاق انسان کا زیور ہے۔
- ☆ بغیر آخلاق کے انسان حیوان سے بدتر ہے۔
- ☆ اعلیٰ اخلاق کا نام شریعت ہے۔
- ☆ ہر اچھائی اسلام ہے۔
- ☆ اسلام کو ظاہری لباس سے نہیں اندر کی حالت سے غرض ہے۔
- ☆ عاشق نئے کھتاج نہیں۔
- ☆ فقیر کے پاس نام بدلا جاتا ہے پھر کمال بد لی جاتی ہے پھر اندر بدلا جاتا ہے
- ☆ رمضان میں لوگ روز توار کھتے ہیں مگر یا نہیں رکھتے۔
- ☆ بد بخت کو ہزار بار سمجھایا مگر جاہل پایا۔
- ☆ فقیر کے پاس رہنے والے کثرتِ شفقت کے باعث بے ادب رہ جاتے ہیں
- ☆ انسان سونا تب بنتا ہے جب مٹی ہو جائے۔

- ☆ لفظ کاغذ پر کم دل میں زیادہ جگہ گھیرتے ہیں۔
- ☆ دانش مندی علم سے ہی نہیں حالات سے بھی آتی ہے۔
- ☆ دل کی بات اہل عقل سے کرنا کم عقلی کی دلیل ہے۔
- ☆ پیار کا لطف درویش چھپا ہوتا ہے۔
- ☆ قوتِ ساعت قوتِ قلبی پر اڑانداز ہوتی ہے۔
- ☆ اللہ کی نظر انسان کے دل پر ہے اور انسان کی اپنے نفس پر ہے۔
- ☆ اہل دنیا من سے نہیں مراد سے غرض رکھتے ہیں۔
- ☆ ہر چیز کا برعکس دلچسپ نہیں ہوتا۔
- ☆ کشش کی طرف سے ہوتی ہے پیار ایک طرف سے ہوتا ہے۔
- ☆ تخلیل اشعار کی زینت ہے اور تصور پیار کی زینت ہے۔
- ☆ پیار انسان کے بھیس کو بدل دیتا ہے۔
- ☆ عشق حرارت بھی دیتا ہے جمارت بھی۔
- ☆ عشق آتش ہے مگر انسان کو قائم النار بنا دیتا ہے۔
- ☆ عشق مشک اور حس چھپ کے نہیں رہتے۔
- ☆ جس کی گفتار میں آئندہ ہواں کا کردار صحیح نہیں۔
- ☆ ملا اسٹچ پر صحیح اور نیچے اتر کر خراب نظر آتا ہے۔
- ☆ عاشق کی خواراک مطلوب کو یاد کرنے میں ہے۔
- ☆ عشرت کی زندگی بسر کرنے والوں کو عشرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
- ☆ جادو بر با دکرتا ہے مگر شکستہ دل کی آہ جلا کے رکھ دیتی ہے۔
- ☆ آرزو کا ٹوٹا منزل میں ناکای کی دلیل ہے۔
- ☆ عاشق صادق امید وصال رکھتا ہے اور کبھی شکست آرزو نہیں ہوتا۔

- ☆ آرزو شیوہ انسان ہے نا امید تو بس شیطان ہے۔  
 ☆ کسی کے لئے ترکنا آرزو کو پانے کی دلیل ہے۔  
 ☆ پیار والے کا دل آنکھوں کی زبان میں بات کرتا ہے۔  
 ☆ مجھے سلسلہ سے نہیں صد سے غرض ہے اور وہ میں اللہ سے چاہتا ہوں۔  
 ☆ مجھے بندوں سے کوئی سروکار نہیں سوانعے ایک کے کوہاپنے دل کو ٹلاش کر لیں  
 ☆ جو رحمت کی قدر نہ کرے وہ زحمتوں کو شمار کرتا ہے۔  
 ☆ کسی سے میل جوں مت رکھو جب تک اس کے خیر خواہ نہیں بنے۔  
 ☆ ملنے سے غم غلط ہوتے ہیں اور درستحجھ ہوتے ہیں۔  
 ☆ ان کا دیکھنا قیامت ہے مگر رحمت سے بھر پور  
 ☆ آنکھ کارونا بہتر ہے مگر دل کارونا جیسا تاثرا دیتا ہے۔  
 ☆ کسی کی اصلیت اس کی تقریب سے نہیں تدیر سے پیچانی جاتی ہے۔  
 ☆ جو دلوں کو نچا کے رکھ دے وہ قلندر ہوتا ہے۔  
 ☆ دل کا راقب قلندر ہے۔  
 ☆ قلندر کی نظر مستی دیتی ہے اور قلندر کا آڑ ہوش دیتا ہے۔  
 ☆ ان کے حضور حاضر ہونے کا سوچ تارہ ایک دن وہ حاضر ہونے میں غیر حاضر  
 تھا۔  
 ☆ میرے لفظوں کی حقیقت، حقیقت والوں کا مقدر بن چکی ہے۔  
 ☆ اس قافلہ عشق سے دور رہ کر چھتا وہ ہی نہیں تباہی مقدر بنتی ہے۔  
 ☆ مستوار سے دوری شیطان کا قرب ہے۔  
 ☆ مستوار غلط بات نہیں کرتا کیونکہ وہ پوچھ کے کرتا ہے۔  
 ☆ میری بات کو اہل عقل کم اہل مستی زیادہ سمجھیں گے۔

- ☆ مستوارِ کوستی شرابِ اُست سے ملی ہے۔
- ☆ پیار والوں کو مستوارِ کوستی دیتا ہے انکار والوں کو لنگر
- ☆ یار کے پاس بولنا منع ہے، دیکھنا منع ہے اور مظہر ہونا جائز ہے۔
- ☆ دعا رزقِ حلال مانگتی ہے اور آذانِ عشقِ بلاں مانگتی ہے۔
- ☆ کاشِ ملا جاہت کی چائے عشق کی آگ پپا کر محبت کے کٹورے میں ڈال کر  
کبھی پی لیتا۔
- ☆ کئی لوگ حضوری میں جاتے ہیں کئی لوگوں کے دلوں میں حضور ﷺ کی طلاق ہوتے  
ہیں۔
- ☆ فقیر کے ساتھ خداری دل کو آندھا کر دیتی ہے۔
- ☆ فقیر دل کے آندھیروں میں چراغِ جلا دیتا ہے۔
- ☆ تسبیح پیار میں ہے اور پیار کا مجموعہ قلندر ہے۔
- ☆ شیخ کی عطا طالب کا ظرف دیکھتی ہے۔
- ☆ میں حضوری سے بہتر حضور ﷺ کو سمجھتا ہوں۔
- ☆ قلندر ہر سوال کا جوابِ محبت کی کتاب سے دیتا ہے۔
- ☆ انسان کو کچھ لوگ یاد رہتے ہیں اور کچھ لوگوں کو یاد کرنا پڑتا ہے۔
- ☆ آنیباء اور اولیاء کی گستاخی کفار کا شیوه ہے۔
- ☆ کتاب لکھنے والے اور کتاب پڑھنے والے سے بہتر کتاب پر عمل کرنے  
والا ہے۔

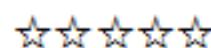
☆☆☆☆☆

# شجرۃ طریقت

شجرہ شریف عالیہ قادریہ امامیہ جلالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا الہ العالمین حمد و شاکر کے واسطے رحم کر مجھ پر نبی خیر الورثی کے واسطے  
بہر بکر و عمر و عثمان و علی اصحاب کمال اہلبیت حسین حضرت مصطفیٰ کے واسطے  
داروئے امراض زین العابدین باقر امام جعفر و کاظم علی موسیٰ رضا کے واسطے  
خواجہ معروف کرخی اور سری سقطی کے طفیل حضرت جنید و خواجہ شبلی رہنمای کے واسطے  
ابوالفضل عبد الواحد اور قرشی ابو الحسن رحم فرمادیہ مبارک باصنما کے واسطے  
حضرت محبوب سیحانی عبد القادر شاہ دین عبد الرزاق ضمیر اولیاء کے واسطے  
حضرت خواجہ شہاب الدین کے طفیل شاہ بہا والدین رکن زکریا مقتدی کے واسطے  
خواجہ صدر الدین عارف و شاہ رکن عالم کے طفیل حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیان کے واسطے  
شاہ جمل سید بروہن عبد الواحد کے طفیل حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی باخدا کے واسطے  
حضرت شاہ داؤد خاکی شاہ ابو الحسن کے واسطے شاہ جمال الدین محبوب العالم منور مجزہ کے طفیل  
شاہ محمد صالح پیر مجنون شاہ کے طفیل حضرت پیر اسد اللہ شاہ شرف کے واسطے  
پیر عزۃ شاہ اور عبد الخالق شاہ کے واسطے شاہ مجید و شاہ عبد اللہ مقبول دعا کے واسطے  
خواہش دنیا سے یہ دل پاک ہو حضرت پیر موسیٰ شاہ اہل بقا کے واسطے  
صدق و اخلاص ہو دل کو نصیب پیر سید رسول شاہ خاکی کے واسطے  
کچھ وسیلے پیش کرتا ہوں سفارش کرنے فضل کر یا رب محمد مصطفیٰ کے واسطے  
جس قدر ہیں اہل جملہ خاندان قادری کرمور سب کے دل بدرا الدینی کے واسطے



« 200 »

« ملحوظة »

## ﴿ اذان قلندر ﴾

اذان قلندر حضور پیر مستوار قلندر رامت بر کاظم کی شاعری کی پہلی  
تصنیف ہے جس کے بارے میں ان کا خود یہ فرمانا ہے کہ جناب مولائے  
کائنات سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہ کے دل کی نگاہ سے ناجائز کے وجود میں وجود  
پیدا ہوا اور وجود نے جب زبان کھولی تو اذان قلندر بن گئی۔ اس کتاب میں  
روحانیت اور طریقت کے رہنمایاں بیان کیے گئے ہیں جن کے مطالعہ  
سے عقل بیدار اور ضمیر کو روشنی ملے گی۔ کتاب ہذا میں حضور پیر مستوار قلندر  
نے روحانی و قلبی وارداتیں اور پیغامات طالبان و سالکان حق کی ظاہری اور  
باطنی زندگی کو جلا بخشئے کیلئے رقم کیے ہیں جو کہ مشعل راہ ہیں۔

ان کو میں الفاظ تو لکھتے ہیں  
 ہم کو آئے آواز تو لکھتے ہیں  
 لفاظی و تخلیل انہیں ہیں درکار  
 ہم ہو کا بجے ساز تو لکھتے ہیں  
**اذان قلندر**

## ﴿ مقامِ محمود ﴾

مقامِ محمود حضور پیر مستوار قلندر دامت بر کاظم کی دوسری شاعری پر  
 لکھی گئی شہرہ آفاق کتاب جو کہ اذان قلندر کے ایک سال بعد قارئین کی  
 نظر وں کو خیرہ کر گئی۔ مذکورہ کتاب دلوں کے زنگ کو دور کرنے، باعثِ تزکیہ  
 نفس و تصفیہ قلب ثابت ہو گی۔ جو طالبِ حق یہ چاہتا ہے کہ اس کے باطن  
 میں گرفت ہے قبض و سلط کا شکار ہے، خیالات میں ارتکاز اور یکسوئی نہیں ہے  
 مزید برائی نفس خواہشات کا پیروکار ہے اور چاہتا ہے کہ انا نے فرعونی سے  
 نجات پا کر مقامِانا پر فائز ہو جائے تو اس کتاب کا دل سے مطالعہ رکھے۔  
 مقامِ محمود میں چھپے ہوئے دقيق لطائف اسکی دلگیری کرتے ہوئے اُسے  
 معراج کی منزل پر لے جائیں گے۔

مجھے تو جہاں جہاں نظر آتا ہے  
 وہی لا ہوتا لمکاں نظر آتا ہے  
 کبھی کبھی حسن و جمال لیے محمود  
 مجھے اندر کسی انسان نظر آتا ہے

مقامِ محمود

## ﴿ تذکرہ خاکی ﴾

حضرت اعجازِ ہادی سید رسول شاہ خاکی کا شمار بیسیوں صدی عیسوی  
 کی ان چند نامور روحانی شخصیات میں کیا جاسکتا ہے جن کی دعوتی تربیت اور  
 روحانی خدمات بر صغیر کی اسلامی تاریخ کا روشن باب ہیں۔ حضور پیر سید  
 رسول شاہ خاکی اپنی ذات میں ایک انجمن تھے جو علم و فضل، روحانیت و  
 بصیرت و تقویٰ اور باطنی و ظاہری جاہ و جلال غرض ہر اعتبار سے زائرین کیلئے  
 مژده جانفزا تھے۔ تذکرہ خاکی کتاب حضور پیر مستوار قلندر کے ایما پر مرتب  
 کی گئی ہے جس میں حضرت اعجازِ ہادی سید رسول شاہ خاکی کی سیرت، کردار،  
 اعمال و افعال کرامات و تعلیمات کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔ حضور پیر مستوار  
 قلندر نے خود اپنے ذاتی مشاہدات، اپنے خاندانی آثار و روایات اور  
 خلفاء و مریدین کے سینوں میں محفوظ معلومات کو یکجا کر کے تحریر نعمت  
 کیلئے اس کتاب کا اجر اسالکینِ حق کے قلوب کی تقویت کیلئے کیا۔

## ﴿ مجموعہ خاکی ﴾

مجموعہ خاکی کتاب دراصل اُن کتابوں کا تاخیص شدہ شاہکار ہے جنہیں خود حضرت اعجاز ہادی سید رسول شاہ خاکی نے اپنی زندگی میں تحریر فرمایا۔ حضور پیر مستوار قلندر دامت برکاتہم کے ایسا پر مختلف النوع موضوعات پر تحریر شدہ کتابچہ جات کو ایک کتابی صورت دے دی گئی تا کہ قارئین کو آسانی سے ایک ہی کتاب میں وہ گنجینہ پیکراں میسر آجائے جو کسی نعمت منبر کہ سے کم نہیں۔ کتاب ہذا میں شریعت و طریقت کا ایک ایسا امتزاج ملتا ہے جو سالکِ حق کی روحانی بالیگی کیلئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

## ﴿ سلسلہ دلبر ﴾

سلسلہ دلبر کتاب حضور پیر مستوار قلندر رحمتہ رکھم کے تصوف پر کیے گئے، مواعظِ حسنہ، تعلیمات و ارشادات، اقوال اور اسرار و لطائف پر مبنی ایک ایسی کتاب ہے جو یقیناً طالبِ حق کیلئے ایک مرشد کتاب ہے۔ سالک کیلئے اسکا مطالعہ اکسیر کی ہی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر معاملے میں ہر انسان کا اپنا اپنا نقطہ نظر ہوتا ہے اس کتاب میں عام فہم سے موضوعات کو قلندر نے اپنے نقطہ نظر سے بیان کیا ہے جو بہت ہی میں بجا تا، اچھوتا اور یقیناً مسحور کن ہے۔ اس کتاب کا ہر عنوان اپنے اندر ایک بحر بیکراں لیے ہوئے ہے مگر دیدہ و درکیلیے۔

بقول اقبال      ہم تو مائل پر کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں  
راہ دکھائیں کے کوئی راہ رو منزل ہی نہیں

# مچہت مشن

١٢

مختصر مشتمل

در پارک خود موم پور شریف (مر پد) ضلع چکوال، پاکستان۔

فون: 0333-5906401 موبائل: 0543-594333

ایمیل: khakishah@hotmail.com

## ***Web Sites Mohabat Mission***

---

[www.alkhaki.com](http://www.alkhaki.com)

[www.mastwaar.com](http://www.mastwaar.com)

[www.youtube.com/mastwaar](http://www.youtube.com/mastwaar)

also join us on

[www.facebook.com](http://www.facebook.com)

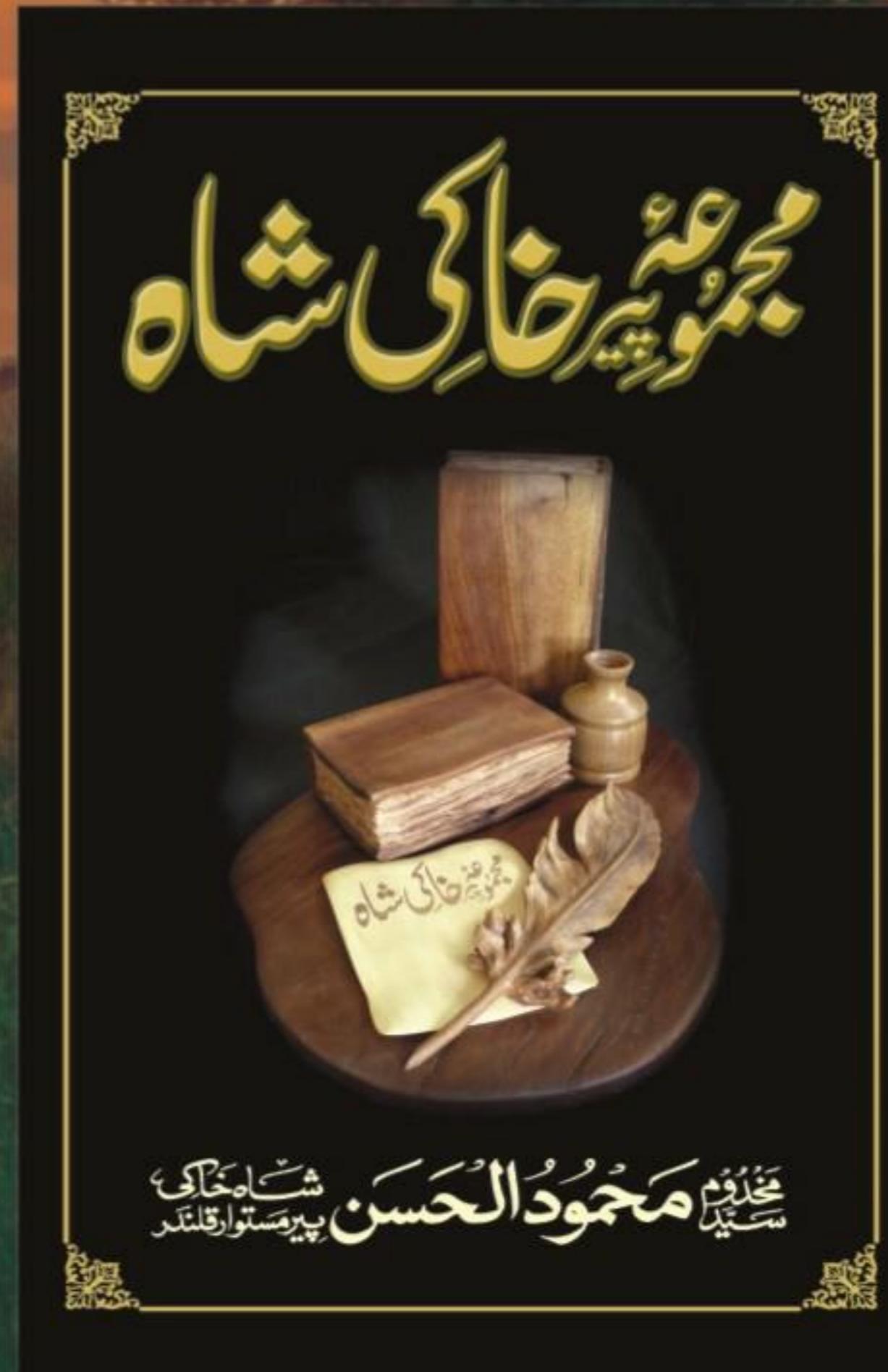
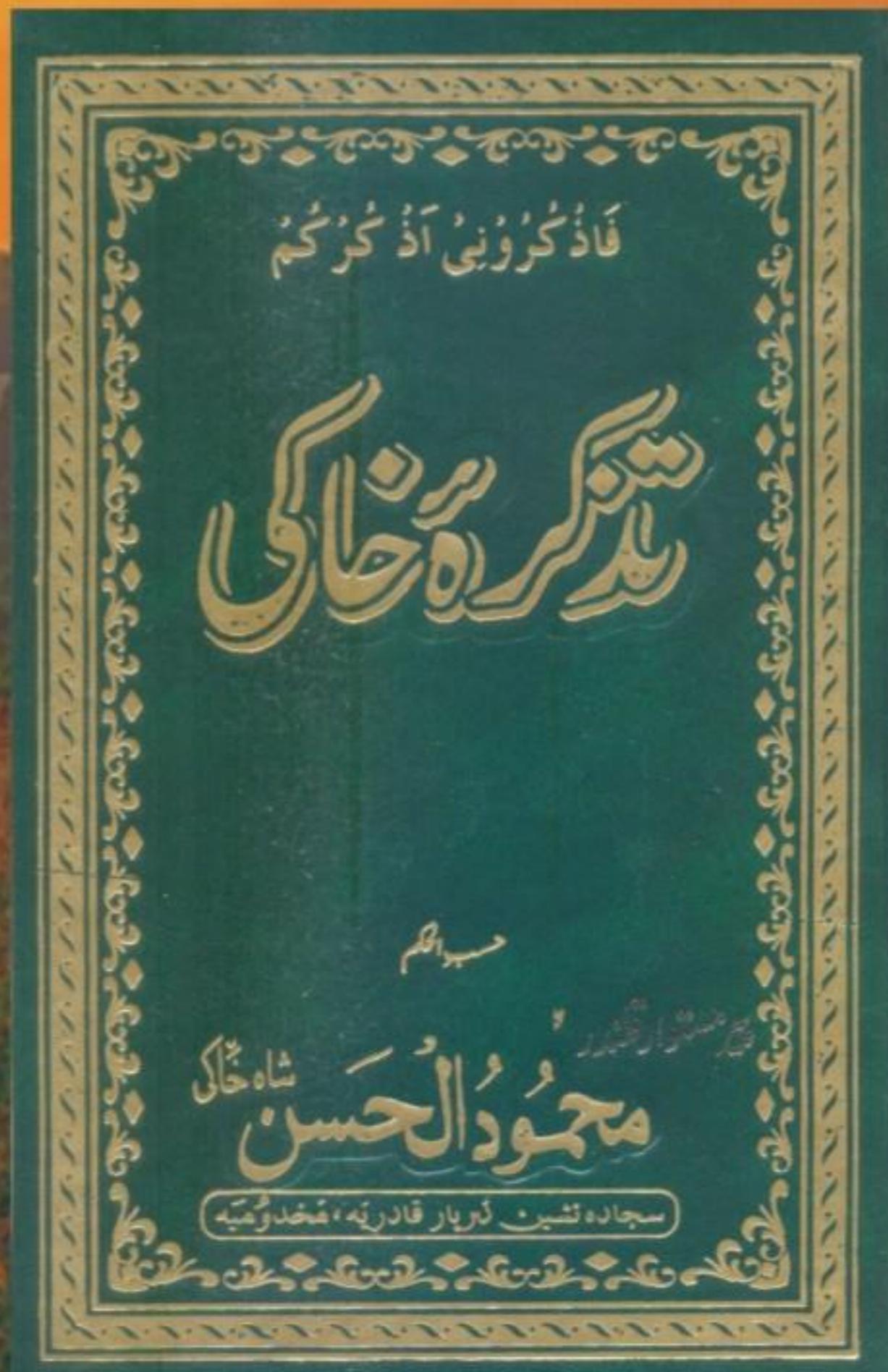
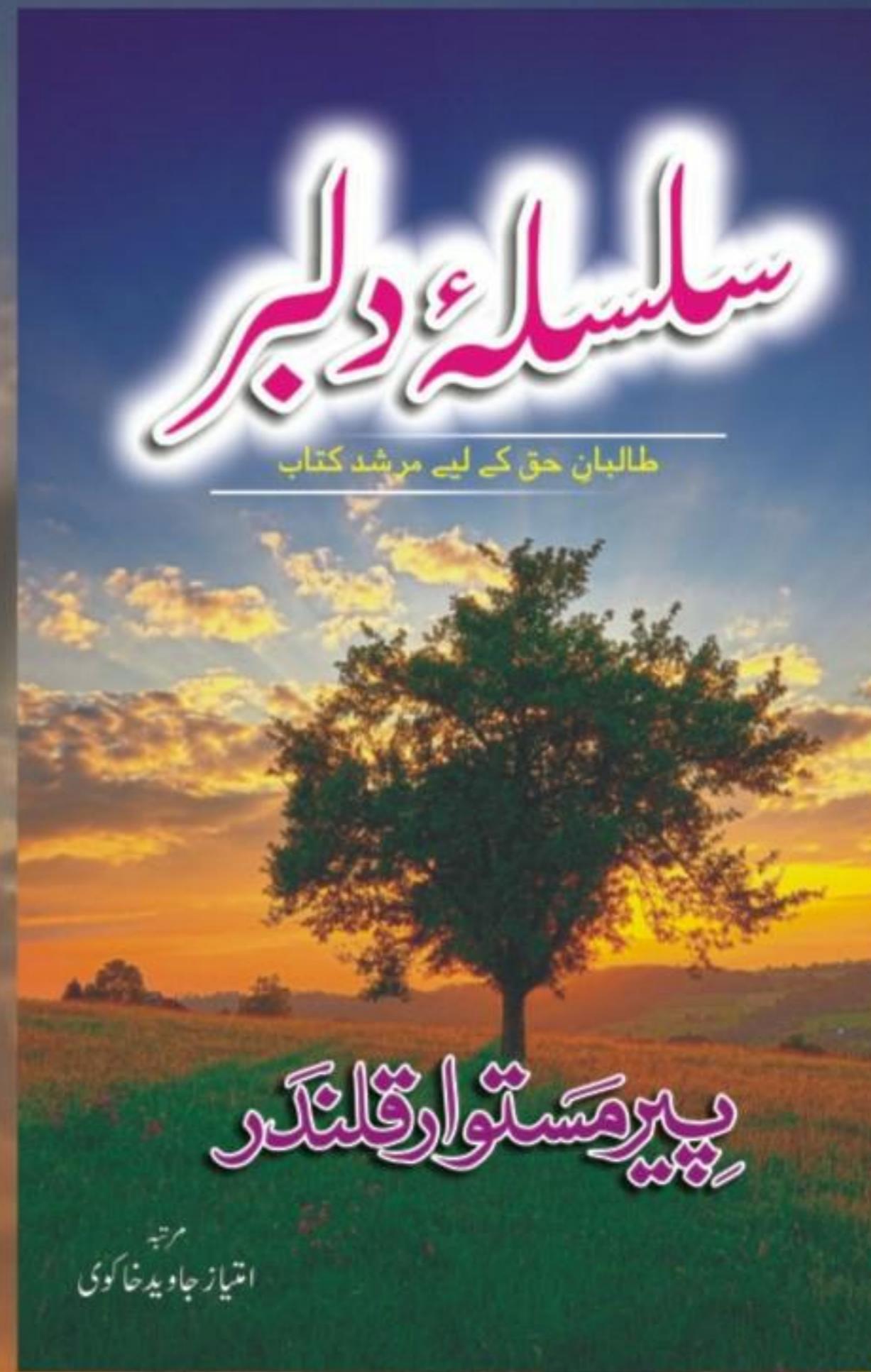
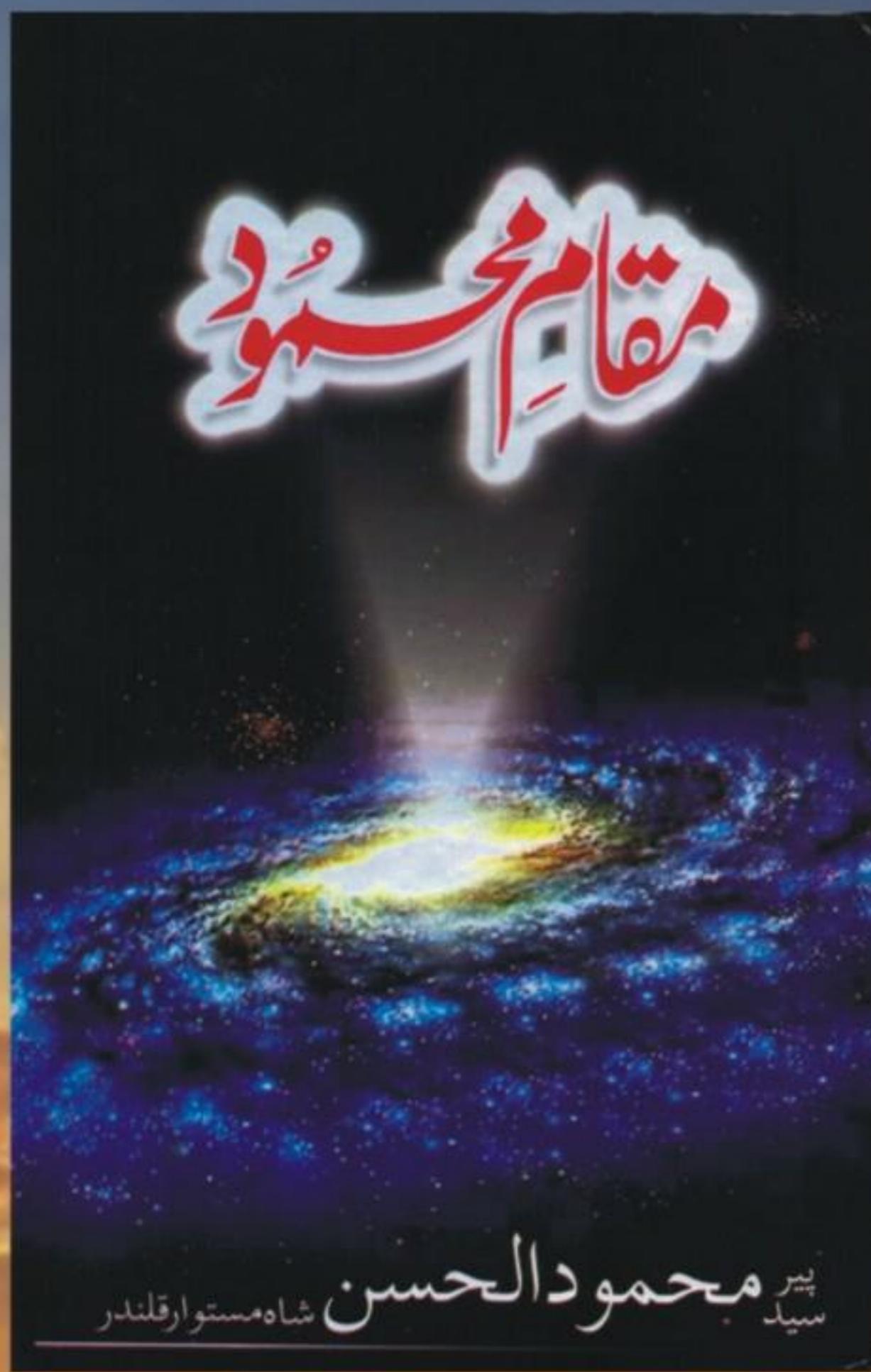
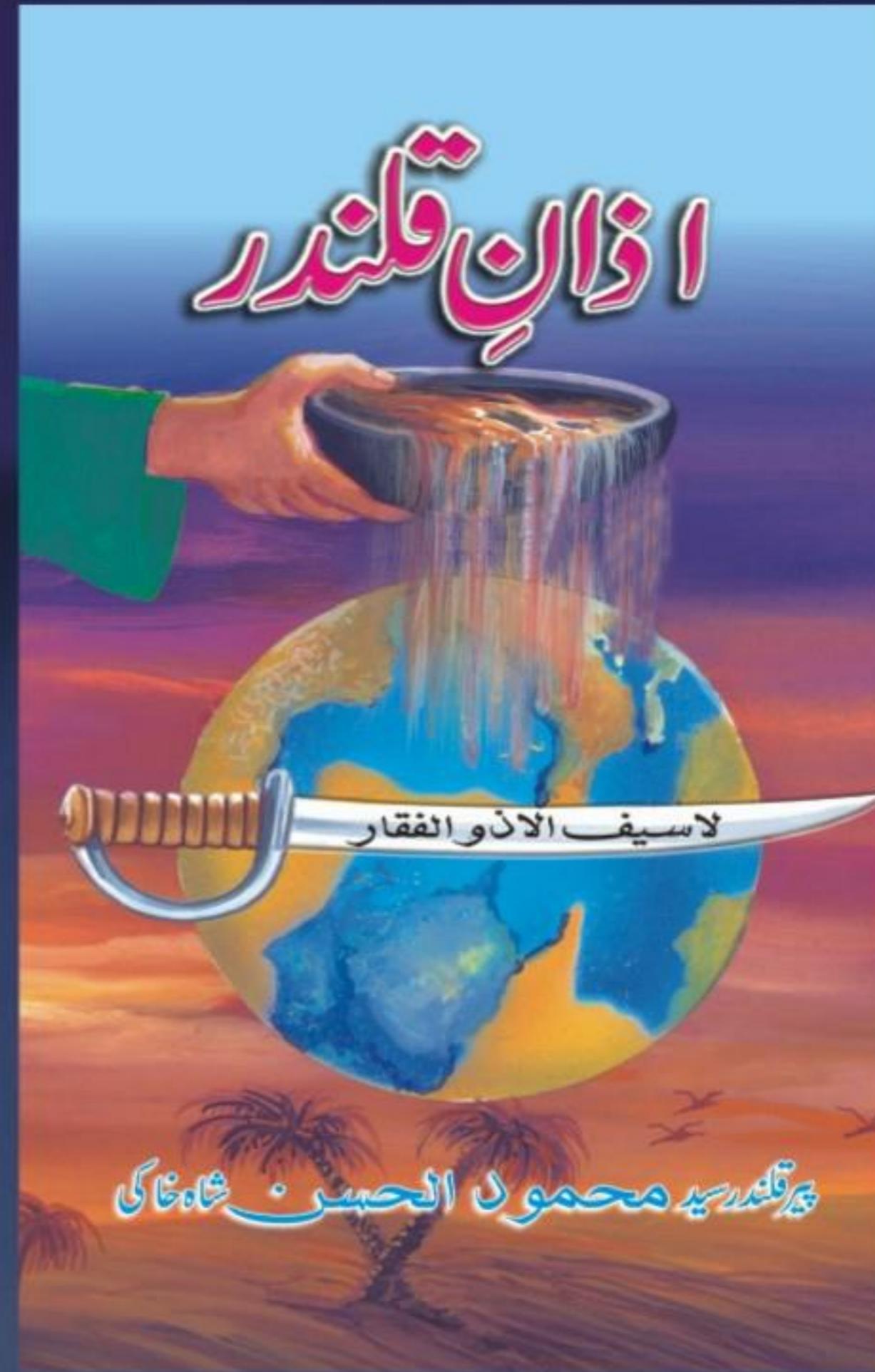
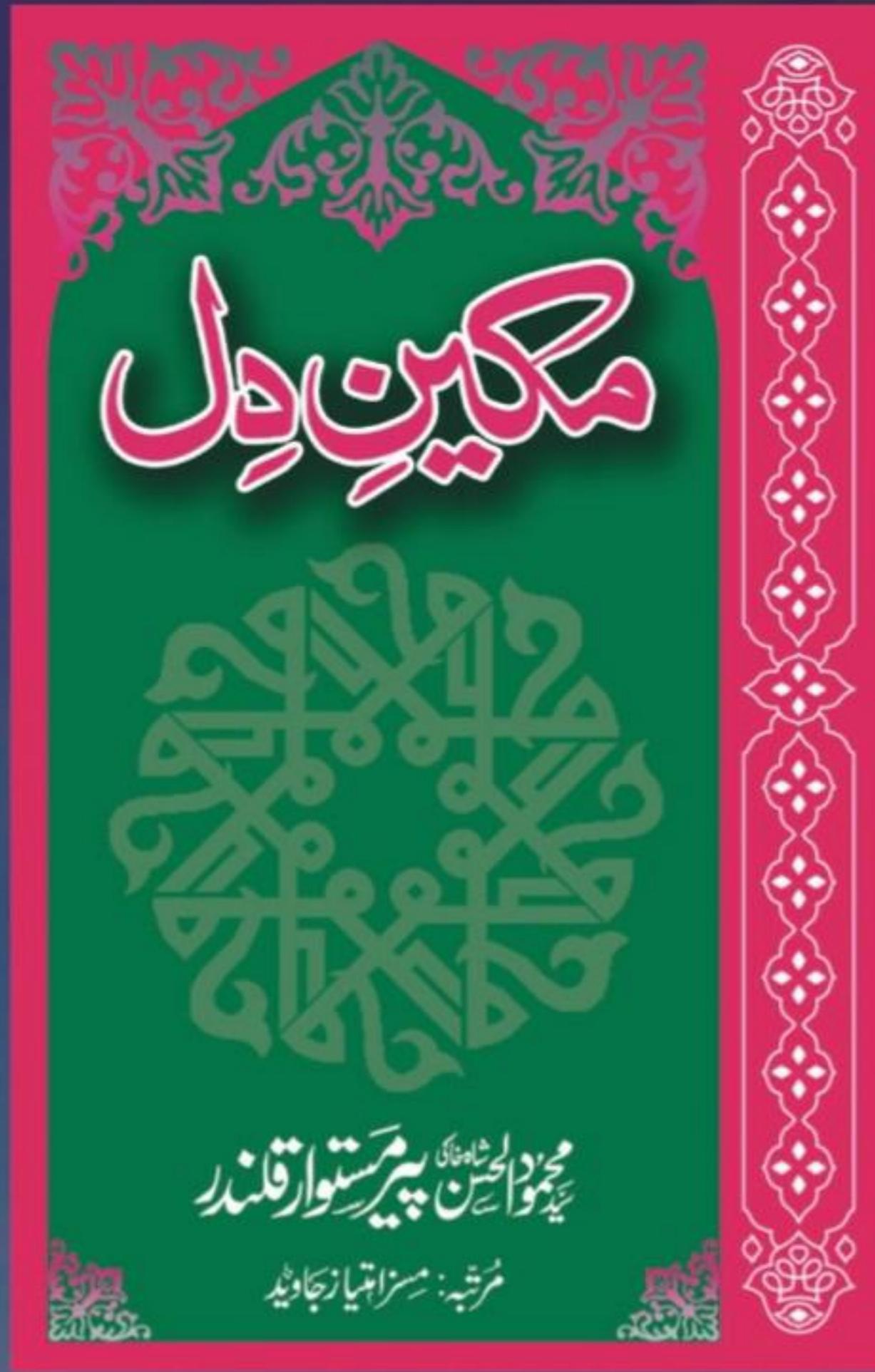
mob:

0321-9490655

0321-4112826

پیغمبر اکرم  
شہنشاہ

سید  
بزرگ



مُحَبّتِ مِشْن انٹرنیشنل